تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم

۲۱/جنوری ۱۹۹۸ء

مدیر : حافظ عاکف سعید

رضائے الٰہی آپ میں اور آپ رضائے الٰہی میں کیونکر جذب ہوں گے؟

روزہ جسم و روح دونوں کے ایک خاص ضبط و انضباط' تزکیہ و تنقیہ' پرہیز و احتیاط کا نام ہے' اس کے تمام ہونے پر انتہائی راحت' لذت اور فرحت محسوس ہونی چاہئے۔ اگر آپ اس میں کمی محسوس کرتے ہیں تو یقیناً یہ آپ ہی کا قصور ہے' یہ لازمی ہے کہ روزہ کی کچھ شرائط آپ توڑ چکے ہیں اور اس کے جو آداب نگاہ میں رکھنے کے تھے وہ آپ نے نہیں رکھے۔ جسم و دماغ کو اگر آپ دن بھر صحیح طور پر کام میں لگائے ہوئے ہیں تو شب کو نیند کی حالت میں بھی سکھ ملے گا اور نیند پوری کرنے کے بعد فرحت حاصل ہوگی۔ ٹھیک اسی طرح اگر جسم و روح کو آپ ٹھیک طور پر دن بھر مشغول رکھے ہوئے ہیں' اگر آپ وہی کرتے رہے ہیں جو ایک روزہ دار کو کرنا چاہئے تو آپ کا دن اور آپ کی رات' آپ کی صبح اور آپ کی دوپہر' آپ کا سہ پہر اور آپ کی شام غرض آپ کے وقت کی ہر گھڑی آپ کے دل کی کلی کو کھلی رکھے گی' افسردگی اور اداسی آپ کے لئے بے مفہوم ہوگی اور سرور و نشاط کی ہوائیں آپ کی روح کو تروتازہ رکھیں گی۔

روزہ کے معنی یہ ہیں کہ : آپ اپنے پیدا کرنے والے' آپ کے سامان زندگی کے مہیا کرنے والے اور آپ کی موت و زندگی' بیماری و تندرستی ہر چیز پر قدرت رکھنے والے کے سامنے عہد کرتے ہیں کہ سارے دن آپ اپنے تئیں' اپنی آنکھ اور کان' اپنے منہ اور زبان' اپنے دل اور دماغ' اپنے ہاتھ اور پیر' اپنے جسم اور جان' غرض اپنے سارے وجود کو ہر ٹیڑھی راہ سے روکے رہیں گے' ہر کجی اور کج روی سے باز رکھیں گے اور صرف اسی کے لئے وقف رکھیں گے جو اس کا اصلی کام' اس کی سیدھی راہ' اس کا فطری حق اور اس کی سچی غایت ہے۔ زبان اگر کھلے گی تو صرف کلمہ حق پر' کان اگر سنیں گے تو صرف سچی آواز' آنکھ اگر دیکھے گی تو صرف امر حق کو' دل اگر سوچے گا تو صرف سچائیوں کو' ہاتھ اور پیر اگر حرکت کریں گے تو صرف سچائی کی راہ میں۔ مادی زندگی کے سب سے بڑے اور طاقتور مظہر' سورج کے ڈوب جانے پر جب آپ اس ذات کے شکر کے ساتھ جس نے آپ کو یہ توفیق دی' اپنا جائزہ لیں اور اپنی اس نذر کی ہر شرط کو پوری طرح ادا کیا ہوا پائیں تو —— دنیا کے کس لفظ اور کس عبارت میں اس کیفیت کو ادا کرنے کی قدرت ہے! رضائے الٰہی آپ میں اور آپ رضائے الٰہی میں جذب ہوں گے۔ راحت و لذت' لطف و مسرت' سرور و نشاط' شادی و انبساط' یہ سارے الفاظ اس بڑی فرحت (افطار) کی کیفیت کو ادا کرنے کے لئے ناکافی ہیں جو اس سب سے بڑی فرحت (دیدار الٰہی) کا پیش خیمہ ہے' جس سے موسیٰ کلیم اللہؑ جیسے برگزیدہ پیغمبر (باوجود شوق و تمنا) اس دنیا میں محروم رہے!

(اقتباس از "تفسیر ماجدی" مولانا عبدالماجد دریابادی)

قیمت : 2 روپے

شمارہ : 3

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

سانحہ مومن پورہ

"ندائے خلافت" تکمیل کے آخری مراحل میں تھا کہ یہ اندوہناک خبر ملی کہ پنجاب کے دارالحکومت لاہور جو وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ کا شہر ہے' کی مصروف ترین شاہراہ میکلوڈ روڈ پر واقع اہل تشیع کے قبرستان مومن پورہ میں تین دہشت گردوں کی فائرنگ سے مجلس عزا میں شریک ۲۳ افراد جاں بحق اور پچاس زخمی ہوئے' پچیس کی حالت نازک بتائی جاتی ہے۔ عینی شاہدوں کے مطابق ۱۱ جنوری بروز اتوار صبح ساڑھے آٹھ بجے کے قریب دہشت گردوں کی جیپ قبرستان کے دروازے پر رکی۔ ایک ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا رہا' تین دہشت گرد جیپ سے باہر نکلے اور آناً فاناً اس جگہ پہنچ گئے جہاں مجلس عزا ہو رہی تھی۔ انہوں نے دروازے پر پھول بیچنے والے لڑکے پر ایک برسٹ مارا اور اسے وہیں ڈھیر کر دیا۔ اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی' مجلس میں کہرام مچ گیا۔ لوگوں نے زمین پر لیٹ کر اور قبروں کے پیچھے چھپ کر جان بچانے کی کوشش کی۔ ایک عینی شاہد کے مطابق دہشت گردوں نے بعض لوگوں کو ڈھونڈ کر اور خاص طور پر نشانہ بنا کر ہلاک کیا۔ دہشت گردوں نے چار منٹ میں یہ کارروائی مکمل کی اور بڑے اطمینان سے جیپ میں بیٹھ کر فرار ہو گئے۔ بعض غیر ملکی نشریاتی اداروں نے ہلاک شدگان کی تعداد حکومت کی بتائی ہوئی تعداد سے زیادہ بتائی ہے۔

مذہبی فرقہ واریت خصوصاً شیعہ سنی منافرت اور اس بنا پر مساجد' امام بارگاہوں اور دوسرے مذہبی مقامات پر فائرنگ اور دہشت گردی ایک عرصہ سے جاری ہے۔ گزشتہ سال فروری میں مسلم لیگ نے جب زبردست کامیابی حاصل کی اور خصوصاً پنجاب میں اس نے کلین سویپ کیا تھا تو یہ توقع بندھ گئی تھی کہ ایک مضبوط اور مقبول حکومت عوام کے تعاون سے دہشت گردوں کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گی اور اس طرح دہشت گردی کے خاتمہ سے دونوں فرقوں کے درمیان مذہبی منافرت میں بھی کمی واقع ہو جائے گی۔ لیکن توقعات کے بالکل برعکس اس حکومت کے قائم ہونے کے بعد دہشت گردی کے واقعات میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ گزشتہ رمضان المبارک میں جب معراج خالد کی عبوری حکومت انتخابات کی تیاریوں میں مصروف تھی تو سیشن کورٹ میں بم دھماکہ ہوا تھا جس میں سپاہ صحابہ کے سرپرست ضیاء الرحمٰن فاروقی کے علاوہ ۲۱ افراد جاں بحق ہو گئے تھے۔ عبوری حکومت نے بعض دوسرے اقدامات کے علاوہ موٹر سائیکل پر ڈبل سواری پر عارضی طور پر پابندی لگا دی تھی۔ چند دنوں بعد انتخابات میں کامیابی کے نتیجہ میں مسلم لیگ کی حکومت قائم ہو گئی۔ شہباز شریف پنجاب کے وزیراعلیٰ مقرر ہوئے۔ انہوں نے وزارت اعلیٰ کی کرسی پر متمکن ہوتے ہی پہلا بیان یہ دیا کہ امن و امان کا قیام اور دہشت گردی کا خاتمہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے موٹر سائیکل پر ڈبل سواری کی پابندی یہ کہہ کر ختم کر دی کہ ڈبل سواری پر پابندی لگانا حکومت کی طرف سے اپنی ناکامی کے اعتراف کے مترادف ہے حکومت کو اپنی نااہلی چھپانے کیلئے عوام کو تکلیف نہیں دینی چاہئے۔ ریکارڈ سے ثابت ہوتا ہے کہ پنجاب میں شہباز شریف کی حکومت کے دوران موٹر سائیکل پر ڈبل سواری پر پابندی طویل ترین ہے جو تاحال جاری ہے۔ بعد ازاں جب ڈبل سواری پر پابندی کے باوجود دہشت گردی کے واقعات میں نمایاں کمی نہ ہوئی تو سارا بوجھ عدلیہ پر ڈال دیا گیا۔ کہا گیا کہ کیونکہ عدلیہ ملزموں کو سزا دینے میں ناجائز تاخیر کر دیتی ہے اور چونکہ ملزموں کو جلد اور فوری سزائیں نہیں ہو رہی اس لئے دہشت گردی پر قابو نہیں پایا جا رہا۔ یہاں تک کہ دہشت گردی کے حوالہ سے ایک سیمینار میں شہباز شریف نے اس وقت کے چیف جسٹس سجاد علی شاہ کی موجودگی میں یہ کہہ کر کہ "آج بارہ کروڑ عوام عدلیہ کی طرف دیکھ رہے ہیں" دہشت گردی کے پے درپے واقعات کی وجہ سے عوامی ناراضگی کو عدلیہ کی طرف موڑنے کی شعوری کوشش کی۔ انہی دنوں انسداد دہشت گردی ایکٹ کو بڑے زوردار انداز میں عدلیہ کی شدید مخالفت کے باوجود منظور کروا لیا گیا۔ یہی انسداد دہشت گردی ایکٹ حکومت اور عدلیہ کے مابین تنازعہ کا باعث بنا جس نے بعد ازاں ملک کو آئینی بحران کی لپیٹ میں لے لیا۔

یہ حقیقت ہے کہ اس ایکٹ کی منظوری کے بعد دہشت گردی کے واقعات میں نمایاں کمی واقع ہو گئی تھی اس پر حکومت نے بلند بانگ دعوے کئے کہ اکثر دہشت گردوں کو گرفتار کر لیا گیا' کچھ ملک سے فرار ہو گئے ہیں اور باقی جو بچے ہیں وہ جان چھپاتے پھرتے ہیں۔ حکومت نے تاثر دیا کہ یہ سب کچھ انسداد دہشت گردی ایکٹ اور اس کے نتیجہ میں قائم ہونے والی خصوصی عدالتوں کے قیام کی برکات ہیں۔ لیکن ملتان شہر' انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے قریب مسجد میں دہشت گردی کے واقعات اور گزشتہ روز مومن پورہ میں ہونے والی واردات سے معلوم ہوتا ہے کہ دہشت گردوں کا ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ موٹر سائیکل پر ڈبل سواری کی مسلسل پابندی اور انسداد دہشت گردی ایکٹ سے جو صورتحال میں تبدیلی آئی تھی اس حوالے سے دہشت گرد اپنی آئندہ منصوبہ بندی نئے حالات کے مطابق استوار کر رہے تھے اور یہ عارضی وقفہ انہوں نے اپنی نئی منصوبہ بندی کیلئے کیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ اب جبکہ تمام حکومتی عہدوں پر وزیراعظم اپنی منشا کے مطابق تقرریاں کر چکے ہیں اور ایوان صدر سے عدالت عظمیٰ تک ہر ادارے کا انہیں مکمل تعاون حاصل ہے۔ خصوصی عدالتیں بھی قائم ہو چکی ہیں جو مہینوں اور ہفتوں میں نہیں بلکہ دنوں میں فیصلے کر رہی ہیں تو پھر گرفتار شدہ دہشت گردوں کو کس کھاتے میں جیلوں میں بند رکھا ہوا ہے۔ فوری طور پر ان کے فیصلے کر کے انہیں سرِبازار لٹکایا کیوں نہیں جاتا' انہیں اتنا وقت کیوں دیا جا رہا ہے کہ ان کے ساتھی جیلیں توڑ کر انہیں رہا کرا رہے ہیں۔

سانحہ مومن پورہ کے بعد بھی حکومت کی طرف سے روایتی بیان جاری ہو رہے ہیں۔ "ملزموں کو عبرتناک سزائیں دیں گے"۔ "دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا"۔ "تحقیقات کیلئے لاہور ہائی کورٹ کا کوئی جج مقرر کیا جائے گا" وغیرہ وغیرہ۔ ابھی تک تو یہ طے نہیں ہو سکا کہ یہ گھناؤنی اور مذموم حرکتیں ملک کی مذہبی انتہا پسند جماعتیں اپنے تئیں کر رہی ہیں یا وہ کسی بیرونی دشمن کی آلہ کار بنی ہوئی ہیں یا ہمارے بیرونی دشمن بھارت اور اسرائیل کی خفیہ ایجنسیاں "را" اور "موساد" اس کے ذمہ دار ہیں۔ سانحہ مومن پورہ کی گو لشکر جھنگوی ذمہ داری قبول کر چکا ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ بیرونی ایجنسیاں تحقیقات کا رخ موڑنے کیلئے غلط اطلاعات فراہم کر رہی ہوں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ڈیرہ غازی خان جیل سے ایرانی سفارتکار صادق گنجی کے قاتلوں کے فرار کے بعد خفیہ ایجنسیوں نے حکومت پنجاب کو خبردار کیا تھا کہ کوئی بڑی واردات وقوع پذیر ہو سکتی ہے لیکن حکومت نے کوئی خصوصی حفاظتی اقدامات نہ کئے۔

ہم ان صفحات میں پہلے بھی کئی بار یہ بات حکومت کے گوش گزار کر چکے ہیں کہ یہ مسئلہ نہ انتظامیہ کی اتھل پتھل سے حل ہو گا اور نہ دو طرفہ مولویوں کو گورنر ہاؤس کے دربار ہال میں اکٹھے بٹھا کر تصویریں بنوانے اور نہ ہی اخباری بیان بازی سے کہ "شیعہ سنی مفاہمت وقت کا تقاضا ہے"۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے بڑی سوچ و بچار سے اور مبنی برانصاف مفاہمت کی کوئی مضبوط بنیاد تلاش کرنا ہو گی۔ حکومت مفاہمت کی اس بنیاد کو پیش نظر رکھ کر ایک واضح اور مضبوط پالیسی اختیار کرے۔ یہاں یہ بات یاد دلانا یقیناً مفید رہے گا کہ تنظیم اسلامی نے اپنے امیر ڈاکٹر اسرار احمد کی قیادت میں شیعہ سنی مفاہمت کیلئے ایک مہم کے انداز میں قابل عمل ٹھوس فارمولہ پر مفاہمت کی غرض سے بھرپور کوششیں کیں اور شیعہ سنی مفاہمت کو اسلامی انقلاب کیلئے ناگزیر قرار دیا اور ان کے سامنے ایک ایسا فارمولا رکھا جسے بنیاد بنا کر یہ مسئلہ مستقل طور پر حل کیا جا سکتا تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے شیعہ اور سنی رہنماؤں سے طویل ملاقاتیں کیں لیکن انتہائی افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر رہنماؤں نے ظاہری طور پر اس فارمولے کو انتہائی مفید اور قابل عمل قرار دینے کے باوجود عملی طور پر اس معاملے میں آگے بڑھنے سے ٹال مٹول سے کام لیا۔ ظاہر ہے کہ اتنے گھمبیر اور پیچیدہ مسئلے کا حل ایک فرد یا ایک تنظیم کے بس کی بات نہیں ہے' لہٰذا بات آگے نہ بڑھ سکی۔ یہ مسئلہ ذات' جماعت اور فرقہ وارانہ سوچ سے بالاتر ہو کر حل کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو وطن عزیز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی کا ایک اہم خط

بنام جملہ رفقاء تنظیم اسلامی

ذیل میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا جو مکتوب شائع کیا جارہا ہے اس کے مخاطب اگرچہ صرف تنظیم اسلامی کے رفقاء ہیں' لیکن اس خط کا بڑا حصہ چونکہ امیر محترم کی صحت کی موجودہ صورتحال اور گھٹنوں کے آپریشن کروانے کے ضمن میں ان کے آئندہ پروگرام پر مشتمل ہے۔ لہٰذا جملہ احباب کے افادے کی خاطر جن میں تنظیم اسلامی کے رفقاء' انجمن خدام القرآن کے وابستگان اور تحریک خلافت کے معاونین ہی نہیں' وہ بے شمار احباب بھی شامل ہیں جو آڈیو' ویڈیو کیسٹوں کے ذریعے خطبات جمعہ یا دروس قرآن کے حوالے سے امیر محترم سے غائبانہ طور پر متعارف ہوئے ہیں اور انہیں امیر محترم کی صحت کے بارے میں تشویش رہتی ہے' اس مفصل مکتوب کو شائع کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن اکیڈمی' کراچی

۱۳/ جنوری ۹۸ء

محترم رفقاء تنظیم اسلامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

لگ بھگ ساڑھے تین ماہ بعد آپ حضرات سے دوبارہ مخاطب ہوں۔ ۳۰ دسمبر ۹۷ء کو جو خط میں نے تنظیم کے ملتزم رفقاء کے نام تحریر کیا تھا اسے "ندائے خلافت" کے ۸ / اکتوبر کے شمارے میں بھی شائع کر دیا تھا۔ اس عریضے کی تحریر سے قبل وہ پرچہ نکلوا کر دیکھا تو نہایت خوشگوار حیرت بھی ہوئی اور اس پر اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل و کرم کا شدید احساس بھی ہوا کہ میں نے اس خط کے "پس نوشت" میں اپنے جس مجوزہ پروگرام کی تفصیل دی تھی' اللہ تعالیٰ نے اسے بھرپور طور پر اور ٹھیک ٹھیک اسی نظام الاوقات کے ساتھ پورا کرا دیا۔ چنانچہ انگلستان' امریکہ اور بنگلہ دیش کے سفر بھی حسب پروگرام ہو گئے (اور بحمد اللہ ہر جگہ بہت کامیاب اور نتیجہ خیز پروگرام منعقد ہوئے) اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی جس خواہش کا اظہار اپنی صحت کی عمومی صورتحال کے پیش نظر بہت ڈرتے ڈرتے کیا تھا' یعنی دورۂ ترجمہ قرآن کا' میرے پاس اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے مناسب الفاظ نہیں ہیں جن سے اس کے اس احسان کے شکر کا حق ادا کیا جاسکے کہ اس نے اپنے کمال فضل و کرم سے اس کے پورا ہونے کی صورت بھی پیدا فرما دی۔ چنانچہ کراچی کی قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد کے وسیع و عریض ہال میں آج کل نماز تراویح کا سماں دیدنی ہوتا ہے۔ عشاء کی جماعت سوا آٹھ بجے کھڑی ہوتی ہے اور پھر نماز تراویح اور ترجمہ و تشریح قرآن کا سلسلہ اکثر پونے تین اور کبھی کبھی تین بجے صبح ختم ہوتا ہے اور بحمد اللہ گزشتہ رات ہم نے سورۂ حج کے پہلے پانچ رکوع مکمل کر لئے ہیں۔ تراویح کی پہلی آٹھ رکعتوں اور "بیان القرآن" کے دو گھنٹے کے پروگرام میں تو حاضری ساڑھے تین چار صد تک ہوتی ہے (جو جمعہ اور ہفتہ کو پانچ صد سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے) اور آخر میں وتر کی جماعت میں بھی کم از کم ڈیڑھ سو افراد لازماً شریک ہوتے ہیں اور عام سامعین و شرکاء و احباب و رفقاء پر مستزاد خود میں حیران ہوں کہ ہر شب پورے چار گھنٹوں کے بیان کی مشقت کیسے برداشت کر رہا ہوں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم!

ع "ایں سعادت بزور بازو نیست۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ!"

میرے گھٹنوں کے عارضے کے ضمن میں تو تنظیم کے ملتزم رفقاء کی عظیم اکثریت نے تو فیصلہ دے ہی دیا تھا کہ اب آپریشن میں مزید تاخیر نہیں ہونی چاہئے اور یہ آپریشن امریکہ ہی میں کرایا جانا چاہئے۔ تاہم میں خود اور میرے جملہ اہل خانہ بالخصوص میری اہلیہ نومبر ۹۷ء کے اواخر تک اس پر جازم تھے کہ آپریشن لاہور ہی میں کرایا جائے گا۔ لیکن اواخر نومبر میں تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کا جو سالانہ اجتماع ہوسٹن (ٹیکساس' امریکہ) میں ہوا۔ اس میں تنظیم کے ملتزم رفقاء کا جو خصوصی اجلاس منعقد ہوا اس کے بعد مجھے ہتھیار ڈال دینے کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ اس لئے کہ اس موقع پر متعدد سینئر رفقاء نے جس اصرار و الحاح بلکہ رقت آمیز انداز میں مجھ سے اپیل کی (یہاں تک کہ بعض رفقاء بالفعل رونے بھی لگے' جس پر خود میں بھی اپنے آنسو ضبط نہ کر سکا) اس پر سوائے "سپر انداختن" کے کوئی اور طرز عمل ممکن ہی نہیں تھا (رقت کے باعث بولنا بھی ممکن ہی نہیں تھا)۔ البتہ بعد میں' میں نے اس فیصلے کا اعلان کر دیا کہ میں اس پورے معاملے کو "سپردم تو مایہ خویش را" کے انداز میں اولاً اللہ تعالیٰ کے اور ثانیاً بالکلیہ تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کے حوالے کرتا ہوں۔

ادھر وہ حضرات تو جیسے سبز جھنڈی کی ذرا سی حرکت ہی کے منتظر تھے۔ چنانچہ جھٹ پٹ فیصلہ ہو گیا کہ میرے پہلے سے اعلان شدہ پروگراموں کی تکمیل کے فوراً بعد ——— یعنی لگ بھگ مارچ ۱۹۹۸ء میں ڈیٹرائٹ کے مشہور ہنری فورڈ ہاسپٹل میں آپریشن کرایا جائے گا۔

اور اب تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ میرا ابتدائی معائنہ ڈیٹرائٹ میں ۲۵

فروری کو ہو گا۔ اس کے بعد ضروری تحقیق و تفتیش کے مراحل طے کرنے کے بعد اپریشن ۲۶ مارچ کو ہو گا۔ اور ادھر چونکہ میں اس معاملے میں "کالمیت فی ایدی الغسال" کی حیثیت اختیار کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں' لہٰذا اسے دنیوی اور انسانی سطح پر تو حتمی طور پر طے شدہ ہی سمجھنا چاہئے۔ ویسے غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے اور صرف وہی جانتا ہے کہ "کل کون ذی نفس کیا کمائی کرے گا اور کہاں اس کی موت واقع ہو گی" لہٰذا واقعتاً ہو گا کیا یہ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔ (میری اہلیہ تاحال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری امید رکھتی ہیں کہ آپریشن کی نوبت نہیں آئے گی اور ان شاء اللہ اس کے بغیر ہی صحت ہو جائے گی)۔

اندریں حالات اب پہلے سے اعلان شدہ پروگرام کے مطابق آپریشن سے پہلے پہلے میرے کرنے کا صرف "ایک کام" باقی رہ گیا ہے یعنی امیر تنظیم اسلامی کی حیثیت سے اپنے جانشین کے نام کا اعلان!

الحمدللہ کہ ہم نے اس مسئلے میں مشاورت باہمی کے جملہ ممکنہ تقاضوں کو گزشتہ پونے تین سال کے دوران پورا کر دیا ہے جس کی آخری کڑی جو "ذروۂ سنام" کی حیثیت رکھتی تھی یعنی ۲۶/اکتوبر ۹۶ء تا یکم نومبر چھ روزہ مشاورت' وہ بھی بحمد اللہ بالکل طے شدہ پروگرام کے مطابق بکمال حسن و خوبی منعقد ہو گئی تھی اور اب صرف میرے ذاتی غور و فکر اور "استخارے" کا مرحلہ باقی رہ گیا تھا۔ چنانچہ گزشتہ تین ماہ کے دوران جہاں میں اسفار اور دروس و خطابات میں مصروف رہا۔ وہاں میرے ذہن و قلب اس مسئلے کی بحث و تمحیص میں منہمک رہے۔ اور الحمدللہ کہ رمضان المبارک کے عشرۂ رحمت کے دوران میرے دل و دماغ دونوں اس مسئلے میں ایک حتمی رائے پر متفق ہو چکے ہیں۔ تاہم چونکہ اس معاملے کی نزاکت اور حساسیت اظہر من الشمس ہے اور اس کے اثرات کی دور رسی بھی مسلم ہے۔ لہٰذا میں نے طے کیا ہے کہ میں ان شاء اللہ کراچی میں دورۂ ترجمہ قرآن سے فراغت کے بعد ان شاء اللہ ۲۵ جنوری کو لاہور پہنچوں گا اور اس کے بعد سے ۱۲ فروری تک لاہور ہی میں مقیم رہوں گا' تاکہ تنظیم کے رفقاء و احباب میں سے جو شخص بھی اس معاملے میں مجھے کوئی آخری مشورہ دینا چاہے وہ تشریف لا کر حق نصیحت ادا کر دے! ان حضرات میں سے جن کو میں مناسب خیال کروں گا "حلف رازداری" سے مشروط کر کے اپنا مجوزہ نام بھی بتا دوں گا تاکہ اگر ان کے علم میں شخصی سطح پر اس کے خلاف کوئی بات ہو تو وہ میرے علم میں بھی لے آئیں۔ اس مقصد کے لئے عید کے دوسرے دن سے جمعرات ۱۲ فروری تک صبح ۹ تا ایک بجے' اور شام عصر تا عشاء میں اپنے دفتر واقع قرآن اکیڈمی میں موجود رہوں گا۔

اور بالآخر جمعہ ۱۳/ فروری کو نماز عصر سے شروع ہو کر اتوار ۱۵ فروری کی ظہر تک ایک غیر رسمی توسیعی مجلس مشاورت منعقد ہو گی جس میں مرکزی عاملہ اور شوریٰ کے اراکین کے علاوہ کوئی بھی ملتزم رفیق شرکت کر سکے گا (لیکن صرف وہ جو ۱۳ فروری کو عصر سے پہلے پہلے پہنچ جائیں!) اس اجلاس میں اپنے جانشین کے نام کا اعلان بھی کروں گا اور اس کے انتخاب میں جو امور میرے پیش نظر رہے ہیں ان کی وضاحت بھی کروں گا۔

اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز جمعہ ۲۰ فروری کو میں اپنے گھٹنوں کے آپریشن کے لئے امریکہ روانہ ہو جاؤں گا!

اس اثناء میں میری آپ سب سے یہ استدعا ہے کہ میرے لئے دعا و استخارہ کثرت سے خصوصاً رات کے اوقات میں کریں۔ اس مقصد کے لئے استخارہ کی مسنون دعائیں "ہذا الامر" کہتے ہوئے ذہن میں یہ رکھئے کہ "جانشین کے لئے جو نام ڈاکٹر اسرار کے ذہن میں ہے"۔ اور بقیہ دعا میں یہ لفظی ترامیم کرلیں :

"ان كنت تعلم ان هذا الامر خير لنا ولدينك فاقدره لنا ويسره لنا ثم بارك لنا فيه — وان كنت تعلم ان هذا الامر شر لنا ولدينك فاصرفه عنا واصرف قلب الدكتور اسرار احمد عنه واقدر لنا الخير حيث كان ثم بارك لنا فيه!" آمین

فقط والسلام

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

ضروری نوٹ

توسیعی مجلس مشاورت کے اس اجلاس (۱۳/ فروری تا ۱۵/ فروری) میں عاملہ اور مرکزی مجلس شوریٰ کے تمام اراکین کی شرکت لازم ہو گی' جو ملتزم رفقاء اس پروگرام میں شرکت کرنا چاہیں وہ لازمی طور پر ۵ فروری تک مرکزی دفتر کو اپنی آمد کی اطلاع کر دیں۔ بصورت دیگر ان کو اپنے قیام و طعام کا بندوبست خود کرنا ہو گا۔ اس مرتبہ موسم سرما میں شدت کے باعث مناسب بستر اور گرم کپڑے ہمراہ لے کر آئیں۔ مبتدی رفقاء کو اس پروگرام میں شرکت کی اجازت نہیں ہو گی۔

۱۷ رمضان المبارک کا تاریخی دن جسے قرآن میں "یوم الفرقان" سے تعبیر کیا گیا

اہل ایمان نے ۱۳ سال تک قریش مکہ کے ظلم و ستم برداشت کرکے اپنے آپ کو فتح کا مستحق بنا لیا

ماخوذ از "منہج انقلاب نبویؐ" مولف : امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

حقیقی انقلاب لازمی طور پر انسان کی اجتماعی زندگی میں بنیادی تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ تبدیلی سیاسی' معاشی اور سماجی گوشوں میں سے کسی ایک یا بیک وقت تینوں شعبوں میں بھی ظاہر ہو سکتی ہے۔ ہر انقلاب کی کامیابی و تکمیل کے پیچھے انقلابی جدوجہد کار فرما ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے دنیا میں جو ہمہ گیر انقلاب برپا کیا وہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط تھا۔ دیگر دنیوی انقلابات کی طرح انقلاب کے لئے کی گئی یہ جدوجہد بھی مرحلہ وار اور قدم بہ قدم طے ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے غلبہ دین کی جدوجہد کا آغاز مکہ سے توحید کی دعوت سے فرمایا۔ دین توحید کے انقلابی تصورات کی تبلیغ و تلقین کے ذریعے اہل مکہ کو اسلام سے روشناس کرانے کے لئے آپ ﷺ نے دن رات ایک کر دیئے۔ اس تبلیغ دین کے نتیجے میں چند ہستیاں آپ پر ایمان لا کر دعوت حق کی علمبردار بن کر کھڑی ہو گئیں' "گویا صحابہؓ" کی ایک جماعت تشکیل پا گئی۔ حضور ﷺ نے تزکیہ و تربیت کے ذریعے اہل ایمان کو ایک بنیان مرصوص بنا کر حزب اللہ کے روپ میں ڈھالنا شروع کر دیا۔ ۱۳ سال تک قریش مکہ کے ظلم و ستم کے خلاف مجسم صبر بن کر "جماعت صحابہ" ایک ایسی انقلابی قوت کا روپ دھار چکی تھی جو جزیرہ نمائے عرب میں قائم مشرکانہ نظام پر کاری ضرب لگا سکے۔

دعوت و تبلیغ' تنظیم و تربیت اور صبر و مصابرت کے مراحل سے گزر کر نبویؐ جدوجہد جب فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو رہی تھی' عین اس وقت اہل ایمان کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا۔ حضورؐ مکہ کو خیرباد کہہ کر مدینہ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے مسجد نبویؐ کی تعمیر کا آغاز فرمایا۔ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر سے فراغت کے بعد دوسرے قدم کے طور پر مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے مابین "مواخات" کا رشتہ قائم کروا دیا' جس کی کوئی دوسری مثال انسانی تاریخ میں اب تک موجود نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے مدینہ کے استحکام کے لئے یکے بعد دیگرے یہود کے تین قبائل کو معاہدوں میں جکڑ لیا۔ نبی اکرم ﷺ نے یہودی قبائل کو مختلف معاہدات میں پابند کرنے کا جو اقدام فرمایا وہ ہر لحاظ سے آپ کی دور اندیشی' ذہانت اور فراست کا شاہکار ہے۔ مدینہ منورہ میں اہل ایمان کی آمد کے صرف چھ ماہ بعد آپ ﷺ نے قریش مکہ کے خلاف "راست اقدام" کے مرحلے کا آغاز فرما دیا۔ اس مرحلے کی تمہید کے طور پر آپ ﷺ نے آٹھ فوجی مہمات روانہ کیں' جن میں سے چار میں حضور ﷺ خود شریک ہوئے۔ یہ آٹھ فوجی مہمات غزوۂ بدر سے پہلے کی ہیں۔

آخری مہم مدینہ سے دو دن کی مسافت پر واقع وادی نخلہ میں عبداللہ بن جحشؓ کی قیادت میں اپنے مشن پر روانہ ہوئی۔ وادی نخلہ میں قیام کے دوران کفار کے ایک مختصر قافلے سے مسلمانوں کا آمنا سامنا ہو گیا جس کے نتیجے میں عبداللہ بن الحضرمی نامی کافر مارا گیا' جب کہ دو کو مسلمانوں نے قید کر لیا۔ مکہ میں قتل کا بدلہ قتل اور خون کا بدلہ خون کی چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ ایک جانب مکہ میں یہ ہیجانی صورت حال تھی جب کہ دوسری طرف ابو سفیان کی ایک پکار کے نتیجے میں مکہ کے جنگجو' جوشیلے اور مشتعل مزاج لوگ آپے سے باہر ہو گئے۔ اپنے آدمی کے قتل کا بدلہ لینے اور تجارتی قافلے کی حفاظت کے بہانے مکے کے ایک ہزار جنگجوؤں کا لشکر جرار کیل کانٹے سے لیس ہو کر مدینہ پر حملے کی غرض سے نکلا۔ اسی لشکر کے ساتھ مسلمانوں نے میدان بدر میں تاریخی معرکہ آرائی میں حصہ لیا' جسے غزوۂ بدر کہا جاتا ہے۔

غزوۂ بدر سے پہلے

جب یہ اطلاع ملی کہ قریش مکہ کا لشکر جرار مدینہ کی طرف بڑھ رہا ہے تو آپ ﷺ نے اپنے جانثار صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا مسلمانو! "ایک تجارتی قافلہ شمال سے آ رہا ہے جس کے ساتھ صرف پچاس محافظ ہیں مگر بہت سامال تجارت ساتھ ہے۔ دوسرا قافلہ لشکر کی شکل میں کیل کانٹے سے لیس' جنوب سے آ رہا ہے ان دو میں سے ایک قافلے پر اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے"۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے آپؐ کو تجارتی قافلے کی طرف پیش قدمی کا مشورہ دیا۔ حضرت مقداد بن اسودؓ نے عرض کیا' آپ بسم اللہ کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعے آپ ﷺ کو آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے۔ اس تقریر کے بعد بھی حضور ﷺ انتظار میں تھے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے پہچان لیا کہ آپؐ کا روئے سخن انصار مدینہ کی جانب ہے۔ انہوں نے عرض کیا "ہم آپ پر ایمان لائے ہیں' ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے' آپ ہمیں جہاں چاہیں لے چلیں۔ خدا کی قسم اگر آپ ہمیں اپنی سواریاں سمندر کے اندر ڈالنے کا حکم فرمائیں گے تو ہم اپنی سواریوں کو سمندر میں ڈال دیں گے اور اگر آپ ہیں برک غمار (مراد ہے یمن کا سرحدی علاقہ) تک جانے کا حکم فرمائیں گے تو ہم اپنی سواریاں بھی لے جائیں گے' خواہ وہ کمزور ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ آپ ہمیں موسیٰؑ کے ساتھی نہ سمجھئے بلکہ جہاں آپ کا پسینہ گرے گا وہاں ہم اپنا خون بہا دیں گے"۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کی مجاہدانہ تقریر سے حضور اقدسؐ کا چہرۂ انور خوشی سے کھل اٹھا۔ مشاورت کی تکمیل کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو پیش قدمی کا حکم دیا اور بدر کے میدان میں پڑاؤ ڈالنے کا فیصلہ صادر فرما دیا۔

جنگ سے ایک رات پہلے کا منظر

ابو سفیان کی قیادت میں تجارتی قافلے کے بچ نکلنے کی اطلاع جب قریش کے لشکر تک پہنچی تو وہاں حالات نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا۔ قریش کے دو حلیف قبائل کہنے لگے اب ہمیں جنگ کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارا تجارتی قافلہ بحفاظت مکہ واپس آ چکا ہے۔ حکیم ابن حزام نے عتبہ سے کہا جو قریش کے لشکر کا سپہ سالار تھا' اے عتبہ! تم ایک نیکی کا کام کر سکتے ہو جس سے تاریخ میں تمہارا نام لکھا جائے گا۔ عتبہ نے پوچھا بتاؤ وہ کونسا کام ہے۔ حکیم ابن حزام نے کہا ہمارا قافلہ بچ کر نکل آیا ہے اب جنگ کی کیا ضرورت ہے۔ رہا قتل ہونے والے شخص کا معاملہ تو اس کی دیت یا خون بہا تم خود ادا کر دو اس سے ہونے والی خونریزی رک جائے گی۔ قریش کے سپہ سالار نے کہا بہت مناسب تجویز ہے۔ اس نے ابو جہل کو قائل کرنے کی کوشش کی مگر ابو جہل نہ مانا' اس نے عتبہ کو بزدلی کا طعنہ دیا۔ ابو جہل نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وادی نخلہ کے

مقتول کے بھائی کو بلا کر اس سے کہا دیکھو ہم تمہارے بھائی کے خون کا بدلہ کل لے سکتے ہیں لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ جنگ نہ کی جائے۔ مقتول کے بھائی نے عرب جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور عریاں ہو کر شور مچانا شروع کر دیا۔ قبائلی زندگی میں اسے "خونی چیخ" کا نام دیا جاتا ہے۔ اس اشتعال انگیز فریاد سے قریش کے پورے لشکر میں آگ لگ گئی۔ ابو جہل کی کوششوں کو کامیابی ہوئی جس کے نتیجے میں کفار کے لشکر نے بالا خر لشکر اسلام سے جنگ کا فیصلہ کر لیا۔

میدان بدر میں کافروں کی التجائیں

غزوہ بدر شروع ہونے سے پہلے مشرکین مکہ کے جن دو سرداروں نے دعائیں کی ان میں سے ایک ابو جہل بھی تھا اس نے دعا مانگی کہ اے اللہ (محمد ﷺ) ہم میں سب سے زیادہ رحمی رشتے کاٹنے والا ہے اور ایسی تعلیم لے کر آیا ہے جس سے ہم واقف ہی نہیں' پس کل تو اسے ہلاک کر دے۔ جبکہ نصر بن حارث نے یوں دعا کی "اے اللہ دونوں جماعتوں میں سے بہتر کی مدد فرما" گویا یہ کافر سمجھ رہا تھا کہ ہماری جماعت بہتر ہے۔

میدان بدر میں خاتم النبین ؐ کی دعا

حزب اللہ کے سپہ سالار' سید المرسلین' رحمت اللعالمین' خاتم النبین ؐ کے لئے بنائے گئے مرکز قیادت (جھونپڑی) میں آپ ﷺ نے رب کائنات کی بارگاہ میں اپنی زندگی کا طویل ترین سجدہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی "اے اللہ! کل اگر مسلمانوں کا یہ گروہ یہاں قتل ہو گیا تو پھر قیامت تک دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہو گا اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اب اس وعدہ کو پورا کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ حبیب کبریا ﷺ دعا مانگ رہے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ تلوار ہاتھ میں لئے آپ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یقیناً اللہ آپ ؐ کی مدد فرمائے گا۔ اس پر حضور ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہو گئے : "کفار کے لشکر کو شکست ہو کر رہے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے"۔

جب بدر' جنگ کا میدان بنا

۱۷/ رمضان المبارک کے دن مسلمانوں اور کفار کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء تھے۔ سب سے پہلے قریش کا سپہ سالار عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ہمراہ مقابلے کے لئے نکلا' جن کے مقابلے کے لئے تین انصاری صحابی میدان میں آئے۔ کافروں نے ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اور مطالبہ کیا ہمارے رتبے کے ہم پلہ آدمی بھیجے جائیں تو مقابلہ ہو گا۔ جواب میں حضرت حمزہ ؓ' حضرت علی ؓ اور حضرت عبیدہ ؓ کا ولید بن عتبہ سے زبردست مقابلہ ہوا۔ حضرت عبیدہ ؓ کی دونوں ٹانگیں کٹ گئیں جس سے وہ گر پڑے۔ صحابہ نے نیم جان عبیدہ ؓ کو اٹھا کر حضور ؐ کے پاس پہنچا دیا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے حضور ؐ سے پوچھا میرے متعلق کچھ ارشاد فرمایئے حضور ؐ نے فرمایا' یقیناً تمہیں جنت ملے گی۔ حضور ﷺ کے ارشاد کو سن کر عبیدہ کے چہرے پر بشاشت دوڑ گئی۔ زندگی کے آخری لمحات میں انکی زبان سے نکلا "کاش آج ابو طالب زندہ ہوتے تو وہ دیکھتے کہ میں نے ان کی بات سچ کر دکھائی ہے یعنی اپنی جان حضور ﷺ پر نچھاور کر دی ہے۔

میدان بدر میں اللہ تعالیٰ کی سنت کا ظہور

بدر کے میدان میں قریش مکہ کے ۷۰ سردار گاجر مولی کی طرح کاٹ دیئے گئے جبکہ ابو سفیان اور ابو لہب جنگ میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جب بھی کسی قوم میں رسول بھیجا جاتا تو اگر وہ قوم اگر رسول کا انکار کر دیتی تو اس قوم پر لازماً اللہ کا عذاب آ جاتا ہے' البتہ ہر دور میں عذاب خداوندی کی صورتیں مختلف رہی ہیں۔ حضرت نوح ؑ کی قوم سیلاب میں غرق کر دی گئی۔ بعض اقوام کو ان کی بستیوں ہی میں نیست و نابود کر دیا گیا جیسے قوم لوط' قوم شعیب' قوم عاد' قوم ثمود۔ کسی وقت رسول ؑ کے دشمنوں میں سے چیدہ چیدہ لوگوں کو ان کی بستیوں سے باہر نکال کر عذاب الٰہی سے ملیامیٹ کر دیا۔ جیسے آل فرعون کو حضرت موسیٰ ؑ کے تعاقب میں سرزمین مصر سے نکال کر سمندر میں غرق کر دیا۔ فرعون کے لشکر پر جو عذاب آیا' ویسا ہی عذاب مکہ کے سرداروں پر نازل ہوا۔ حضرت موسیٰ کی مخالف قوم' آل فرعون کو تو سمندر میں غرق کر دیا گیا مگر حضور ؐ کے مخالفین بلکہ خون کے پیاسے سرداران قریش کو مکہ سے نکال کر بدر کے میدان میں بلوا کر مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین ہلاکت سے دوچار کر دیا۔ بدر کے میدان میں حق و باطل کے معرکے میں حق کو غلبہ حاصل ہوا' جبکہ کفر بدترین شکست سے دوچار ہو گیا گویا اہل کفر کی کمر ٹوٹ کر رہ گئی۔

بدر کے میدان میں ابو جہل زخمی حالت میں موت کی دہلیز پر دستک دے رہا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کی گردن پر اپنا پاؤں مبارک رکھ کر ارشاد فرمایا "یہ (ابو جہل) اس امت کا فرعون ہے"۔ خیر کی علمبردار جماعت کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرما کر غزوۂ بدر کو یوم فرقان بنا دیا۔ بدر کی فتح سے اہل ایمان کے دلوں میں شادمانی اور مسرت کے شادیانے بج گئے اور پورے جزیرہ نمائے عرب میں مسلمانوں کی قوت و شوکت کا چرچا پھیل گیا۔ اہل عرب میں مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ غزوۂ بدر کی فتح کے نتیجے میں مسلمانوں کے جہاد کو زبردست تقویت حاصل ہو گئی۔

بقیہ : گوشہ خواتین

باقاعدہ سرکاری طور پر تعطیل ہوتی ہے اور رمضان المبارک میں مسلمانوں کو گھروں اور مساجد میں ہر طرح کی آسانیاں فراہم کی جاتی ہیں تاکہ وہ روزے کے فریضہ کو احسن طریقے سے انجام دے سکیں۔

آخر میں' میں تمام اسلامی ممالک کے حکمرانوں سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ اپنے آپ کو اتحاد کی مضبوط لڑی میں پرولیں' مصنوعی حد بندیاں ختم کر دیں اور عظیم دین اسلام کے پرچم تلے بھائی بھائی بن کر رہیں۔ میں انہیں یاد دلاتی ہوں کہ اسلام نے مساوات اور اخوت کا درس دیا ہے اور ہمارے سارے معاملات اور تعلقات اسی کے زیر اثر استوار ہونے چاہئیں۔ اس حوالے سے یہ افسوسناک منظر بڑا تکلیف دہ ہے کہ کچھ اسلامی ریاستیں باہم برسرپیکار دکھائی دیتی ہیں۔ آخر یہ اختلافات کیوں۔ اسلام کے ازلی و ابدی پیغام کی روشنی میں باہمی محبت' درگزر اور ایثار سے کام لے کر ختم نہیں کر دیئے جاتے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اسلام کی روشنی عطا فرمائی اور اسی سے التجا کرتی ہوں کہ وہ اپنے خاص کرم سے مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دے' ان کے اختلافات ختم ہو جائیں' ان کے ملک امن و آشتی کے مرکز بن جائیں اور وہ عہد حاضر میں صحیح معنوں میں وہ امت بن جائیں جو قرآن کے الفاظ میں ایسی بہترین امت ہے جو بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے' جو نیکی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے۔

ملک و ملت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر

علامہ اقبال

ربط و ضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دیں میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر!
جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر!
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاک رہگذر!
تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظام خلافت

تحریر و تحقیق : فرقان دانش خان

محکمہ فوج

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سے پہلے فوج کا کوئی باقاعدہ محکمہ نہ تھا۔ آپؓ نے ۱۵/ ہجری میں ولید بن ہشامؓ کے مشورے سے فوج کی بھرتی' تنخواہوں' وظیفوں اور دیگر انتظامی و رسدی امور کے لئے ایک دفتر قائم کیا جو دیوان کہلاتا اور اس کا افسر اعلیٰ صاحب دیوان کہلاتا تھا۔ فوجیوں (مجاہدوں) کے نام رجسٹر میں درج کئے جاتے تھے۔ ان کی تنخواہیں مقرر کی گئیں' جن کی مقدار دو سو درہم سالانہ سے لے کر پانچ ہزار درہم سالانہ تک تھی۔ تنخواہ کے علاوہ مال غنیمت میں بھی حصہ ملتا تھا۔ صرف فوجیوں کو ہی تنخواہیں نہیں ملتی تھیں بلکہ ان کے بیوی' بچوں اور غلاموں کو بھی وظائف دیئے جاتے۔ ان کے غلاموں کو بھی اتنی ہی تنخواہ یا وظیفہ ملتا تھا جتنی ان لوگوں کی تنخواہ مقرر ہوتی تھی۔ ہر سپاہی کو مہینہ میں ایک من غلہ' بارہ سیر روغن زیتون اور بارہ سیر سرکہ ملتا تھا۔ بعد میں اس کی جگہ کھانا ملنے لگا۔

فوج کی تقسیم

اسلامی فوج دو حصوں پر مشتمل تھی۔

۱) باقاعدہ فوج (Standing Army)

۲) رضاکار فوج (Reserve Army)

پہلی قسم کی فوج ہر وقت جنگی مہمات اور جنگی مشقوں میں مشغول رہتی تھی جبکہ رضاکار فوجی (مجاہد) گھروں پر رہتے تھے اور انہیں بوقت ضرورت طلب کیا جاتا تھا لیکن تنخواہیں دونوں کو ملتی تھیں۔ تنظیمی اعتبار سے یہ فوج مزید کئی درجوں میں منقسم تھی یعنی پیدل' سوار' میمنہ' میسرہ اور ہراول دستے وغیرہ۔ ہر دستے پر علیحدہ علیحدہ سالار مقرر تھے۔ دستہ دس سپاہیوں پر مشتمل ہوتا تھا' جس کے سالار کو امیر العشرہ کہتے تھے۔ سو سپاہیوں یا دس امیر العشرہ پر ایک امیر التعبیہ اور ہزار سپاہیوں پر ایک امیر الامراء (جنرل) ہوتا تھا۔ فوج کا اسٹاف افسر خزانہ' محاسب' قاضی' مترجم اور طبیب و جراح پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ خبر رسانی اور دشمن کی جاسوسی کیلئے الگ سے شعبہ قائم تھا۔ حضرت عمرؓ نے فوجی بھرتی کو اتنی وسعت دی کہ مہاجرین و انصار سے بڑھتے بڑھتے سارے عرب پر محیط ہو گیا۔ تقریباً دس لاکھ ہتھیار بند فوج ہر وقت تیار رہتی اور اس میں ہر سال تیس ہزار فوج کا اضافہ ہوتا تھا۔ مفتوحہ اقوام کے لوگ (ذمی) بھی فوج میں بھرتی ہوتے تھے جو اسلامی لشکر کی نقل و حرکت کیلئے راستہ (جنگل وغیرہ) صاف کرنے' سڑک بنانے اور پل تعمیر کرنے کا کام انجام دیتے تھے۔ اس فوجی خدمت کے باعث ان ذمیوں پر جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا۔

فوج کے لئے سہولتیں

حضرت عمر فاروقؓ فوج کی سہولت' آرام و آسائش اور رسد خوراک کا بہت خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ کسی فوجی کو گھر سے دور رہنے پر مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔ فوجیوں کو اپنے اہل خانہ سے خط و کتابت کی اجازت تھی۔ جمعہ کا دن آرام کے لئے مخصوص تھا۔ سپاہیوں کو ہر چار ماہ کے بعد گھر جانے کی اجازت تھی۔ اس کے علاوہ انہیں اتفاقیہ

خلافت راشدہ

چھٹی بھی ہوتی تھی۔ وسیع فوجی بارکیں تعمیر کی جاتی تھیں' ان کی تعمیر کے لئے جگہ کے انتخاب میں آب و ہوا کی خوبی کا خاص خیال رکھا جاتا۔ سپاہیوں کی صحت کے پیش نظر موسم بہار میں انہیں سرسبز و شاداب اور صحت افزا مقام پر بھیجتے تھے۔ گرم ممالک پر سردیوں میں اور سرد ممالک پر گرمیوں میں فوج کشی کی جاتی۔ گرمیوں میں لڑنے والی فوج کو صائفہ اور سردیوں میں لڑنے والی فوج کو شاتیہ کہتے تھے۔

فوجی نظم و ضبط (Discipline)

حضرت عمرؓ نظم و ضبط کی پابندی میں بڑے سخت تھے۔ آپؓ اپنی فوج میں اطاعت امیر کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہتے اور ساتھ ہی سالاروں کی بھی کڑی نگرانی کرتے تھے۔ ان کی سستی یا غفلت کو نظر انداز نہ کرتے اور سخت تنبیہ کرتے تھے۔ ہر فوج کے ساتھ پرچہ نویس (خبر رساں) ہوتے تھے جو خلیفہ کو ایک ایک بات کی خبر دیتے اور حالات حاضرہ سے باخبر رکھتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اسلامی افواج جہاں بھی ہوتی' ان کی باگ ڈور حضرت عمرؓ کے ہاتھوں میں ہوتی تھی اور آپؓ کے حکم کے بغیر فوج ایک قدم بھی ادھر ادھر نہ اٹھا سکتی تھی۔

فوجی تربیت (Training)

فوجیوں کو فنون حرب سے آراستہ اور چاک و چوبند رکھنے کے لئے شہسواری' تیراندازی' تیراکی' نیزہ بازی' شمشیر زنی اور ننگے پاؤں دوڑنے کی مشقیں کرائی جاتی تھیں' اس ضمن میں حضرت عمرؓ کا قول ہے : "دھوپ ہمارا حمام ہے"۔

فوجی مراکز کا قیام

حضرت عمرؓ نے پوری مملکت اسلامی میں فوجی مراکز قائم کئے جو "جند" کہلاتے تھے۔ چنانچہ مدینہ' کوفہ' بصرہ' موصل' فسطاط' مصر' دمشق' حمص' اردن وغیرہ بڑے بڑے فوجی مراکز تھے۔ ان کے علاوہ مختلف فوجی اہمیت کے مفتوحہ مقامات پر بکثرت چھوٹی چھوٹی چھاؤنیاں قائم کی گئیں جہاں بقدر ضرورت فوج متعین کر دی جاتی تھی۔ چنانچہ خوزستان کے علاقہ میں جگہ جگہ چھاؤنیاں بنائی گئی تھیں۔

عجم میں ایرانی حکومت کی پرانی چھاؤنیوں کو از سر نو تعمیر کرایا گیا۔ ان فوجی مراکز اور چھاؤنیوں میں بڑے بڑے اصطبل اور رسد کے ذخائر قائم کئے گئے۔ اصطبلوں میں چار چار ہزار گھوڑے ہر وقت ساز و سامان سے تیار رہتے تھے تاکہ ضرورت کے وقت فوراً سوار دستہ تیار ہو جائے۔ گھوڑوں کی خوراک کے لئے ہر اصطبل کے ساتھ سرکاری چراگاہیں قائم تھیں' جن میں عمدہ نسل کے گھوڑوں کی پرورش کا خاص انتظام تھا۔ فوجی گھوڑوں کو باقاعدہ داغا جاتا تھا اور ران پر "جیش فی سبیل اللہ" کے الفاظ لکھے جاتے تھے۔ فوج میں رسد کے لئے ایک باقاعدہ محکمہ قائم تھا' جس کا نام "اہراء" تھا۔

اسلامی حکومت اور فوج

حضرت عمر فاروقؓ کے ان انتظامات سے ایک اسلامی مملکت' نظام خلافت میں جہاد کی حد درجہ اہمیت اور اس کے لئے فوج کی ضرورت و جنگی تیاریوں پر روشنی پڑتی ہے جو در حقیقت قرآن میں موجود اللہ کے اس حکم کو پورا کرنے کی ایک عملی کوشش ہے :

"اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور (ان کے علاوہ) دوسرے (چھپے ہوئے) دشمنوں پر بھی جنہیں تم نہیں جانتے لیکن اللہ جانتا ہے"۔ (الانفال : ۶۰)

آیت مذکورہ کی تفسیر میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں :

"خدا پر بھروسہ کرنے کے معنی یہ نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کر دیا جائے بلکہ مسلمانوں پر

فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامان جہاد فراہم کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا، سامان جہاد تھا۔ آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آب دوز کشتیاں، آہن پوش کروز وغیرہ تیار کرنا اور استعمال میں لانا نیز فنون حربیہ کا سیکھنا بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب جہاد میں شامل ہے۔ اسی طرح آئندہ جو اسلحہ و آلات حرب تیار ہوں گے ان شاء اللہ وہ سب اس آیت کے منشا میں داخل ہیں"۔

ذمیوں کے ساتھ سلوک

اسلامی نظام سلطنت میں مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلم عوام ذمی کہلاتے ہیں۔ ذمیوں سے جو عمدہ سلوک حضرت عمرؓ نے کیا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اسلام سے پہلے مفتوحہ علاقوں کی رعایا سے فاتح اقوام غلاموں کا سا سلوک روا رکھتی تھیں جس طرح ملکیت ایک شخصیت کے قبضہ سے دوسرے شخص کے قبضہ میں چلی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے غیر مسلموں سے اس طرح معاہدے کئے جیسے کسی برابر کی قوم سے کئے جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ عمال حکومت کو ان معاہدوں کی پابندی کی تاکید کرتے رہتے تھے، اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دیتا تو حضرت عمرؓ اس سے قصاص لیتے تھے اور ذمیوں کی جائیداد کو کوئی نقصان پہنچتا تو اس کا معاوضہ دلاتے تھے۔ جزیہ کی وصولی میں سختی نہیں کی جاتی تھی۔ اگر کسی جنگ وغیرہ میں مشغولی کے باعث مسلمان ذمیوں کی حفاظت سے معذور ہو گئے تو جزیہ کی وصول شدہ رقم واپس کر دی جاتی۔ آپؓ نے آخری وقت میں بھی اپنے جانشین کے لئے جو وصیت چھوڑی اس میں بھی یہ ہدایت موجود تھی کہ ذمیوں سے جو معاہدے کئے گئے ہیں انہیں پورا کیا جائے، ان کی حمایت میں لڑا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ یہی وہ سلوک تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپؓ کے عہد میں بڑی تعداد میں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور جو مسلمان نہ ہوئے انہوں نے بھی اسلامی سلطنت کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

بقیہ : روداد سفر

شخصیت ہیں۔ اردو کتابوں کا ایک مختصر سیٹ انہیں بھی پیش کیا گیا۔

ساڑھے دس بجے ہم ایئر پورٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ برادرم عبدالواحد اور حفیظ الرحمٰن ہمیں خدا حافظ کہنے ایئر پورٹ تک آئے۔ ہم ابھی اپنے محسنین سے جدا ہو کر ایئر پورٹ کی عمارت میں گم ہو گئے۔ جہاز ٹھیک بارہ بج کر پچیس منٹ پر روانہ ہو گیا یوں بنگلہ دیش کا ہمارا پہلا سفر اختتام کو پہنچا۔ وماتوفیقی الا باللہ

بحضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ لدھیانوی

شہر طیبہ پہ جب نظر کی ہے شب تاریک کی سحر کی ہے
خوشبوؤں میں لپٹ گیا ہے بدن کیفیت ایسی اس نگر کی ہے
قرب سرکارؐ ہو گیا حاصل آرزو جس کی عمر بھر کی ہے
کہہ دیا اشک غم نے حال مرا ایسے روداد مختصر کی ہے
تیرگی چھٹ گئی گناہوں کی ہم نے قدموں میں یوں سحر کی ہے
اس کی حکمت نے آئینہ کر دی جو حقیقت کہ خیر و شر کی ہے
مجھ سے لفظوں میں ہو بیاں کیسے شان طیبہ کے جو سفر کی ہے
ہے یہ خیرات سرورؐ عالم بات مدحت میں کب ہنر کی ہے
بن گئی روح کی غذا حافظ
نغمگی ایسی نغمہ گر کی ہے

پریس ریلیز

تنظیم اسلامی، ملی یکجہتی کونسل کے سودی نظام کے خاتمے کے مطالبے کی پرزور تائید کرتی ہے ○ ڈاکٹر عبدالخالق

لاہور ۹ جنوری۔ روزہ کی عبادت کا حاصل تقویٰ ہے جس کے بغیر قرآن سے ہدایت حاصل نہیں کی جا سکتی۔ تنظیم اسلامی کے نائب امیر ڈاکٹر عبدالخالق نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں نماز جمعہ سے قبل خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ رمضان المبارک نزول قرآن کا مہینہ ہے چنانچہ ہمیں قرآن مجید سے اپنے تعلق کی تجدید کرنی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ دین سے دوری اور عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے مسلمانوں کی عظیم اکثریت قرآن کے سرچشمہ ہدایت سے محروم ہو چکی ہے، جبکہ ہماری انفرادی اور اجتماعی مشکلات کا سبب بھی قرآن سے دوری ہے۔ ڈاکٹر عبدالخالق نے کہا کہ قرآن اللہ کی عظیم ترین نعمت ہدایت ہے جس پر عمل کئے بغیر ہمارے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ انہوں نے ملی یکجہتی کونسل کی جانب سے سودی معیشت کے خاتمے کے مطالبہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ غیر سودی نظام کا قیام ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے۔ ڈاکٹر عبدالخالق نے ملی یکجہتی کونسل میں شامل مذہبی سیاسی جماعتوں کے قائدین سے کہا کہ ملک کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لئے مذہبی جماعتیں "پاور پالیٹکس" سے مکمل طور پر علیحدہ ہو کر نفاذ اسلام کے لئے عوام کو منظم کریں اور ایک احتجاجی تحریک برپا کریں۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی ملی یکجہتی کونسل کی طرف سے سودی نظام کے خاتمے کی بھرپور تائید کرتی ہے۔ انہوں نے وزیراعظم میاں نواز شریف سے مطالبہ کیا کہ وہ غیر سودی معاشی نظام قائم کرنے کا اعلان کریں اور سٹیٹ بینک کی جانب سے مرتب کردہ سفارشات فوراً نافذ کی جائیں۔ تنظیم اسلامی کے نائب امیر نے کہا کہ غیر اسلامی نظام کو ختم کر کے اسلامی نظام نافذ کرنے کی بجائے ۲۷ رمضان المبارک کو چھٹی کا اعلان کر دینے سے دین سے وفاداری کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔

دین اسلام انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے

گھر میں فیصلہ ہو چکا تھا کہ میں ایک راہبہ کی حیثیت سے ساری زندگی بسر کروں مگر ......

مسلمانانِ عالم صحیح معنوں میں "خیر امت" کا روپ اختیار کر کے ہی اپنے الٰہی فرائض ادا کر سکتے ہیں

جمہوریہ ٹرینی ڈاڈ سوشل ڈیولپمنٹ کی سابق وزیر مادام فاطمہ مک ڈیوڈسن کا مصری جریدے کو خصوصی انٹرویو

چند سال پہلے تک مادام فاطمہ مک ڈیوڈسن جمہوریہ ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو میں سوشل ڈویلپمنٹ اور لوکل گورنمنٹ کی وزیر تھیں۔ انہوں نے ۱۹۷۵ء میں عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ ان کا پرانا نام مسز ماڈل ڈونا فالک ڈیوڈسن تھا۔ قاہرہ کے معروف عربی جریدے "منبرالاسلام" کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے اپنے قبول اسلام کی وجوہ بیان کیں جسے ہم قارئین "ندائے خلافت" کے استفادہ کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

کہنے کو تو میں نے ۱۹۷۵ء میں عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کرلیا تھا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ میں کافی عرصہ پہلے اسلام کے قریب آگئی تھی۔ تاہم میں یہ وضاحت کرنے سے قاصر ہوں کہ ایسا کس طرح ہوگیا تھا۔

مجھے خوب یاد ہے ۹ مارچ ۱۹۵۰ء کی تاریخ تھی۔ گھر میں یہ فیصلہ ہوگیا تھا کہ میں تاحیات راہبہ کی حیثیت سے ایک خانقاہ میں داخل ہو جاؤں گی لیکن جب میں اس صبح کو بیدار ہوئی' تو پراسرار طور پر میرے کانوں میں یہ آواز گونجنے لگی "اللہ اکبر...... اللہ اکبر" اور اس نے میرے اندرون کو مکمل طور پر ہلا کر رکھ دیا۔ میں نے مسیحی خانقاہ میں داخلے سے صاف انکار کردیا۔

اس کے بعد میں تواتر و تسلسل کے ساتھ تلاش حق کے لئے سرگرداں رہی۔ حتیٰ کہ خوش قسمتی سے میری ملاقات پاکستان سے تعلق رکھنے والے ایک عالم دین مولانا صدیق صاحب سے ہوگئی اور اسی حوالے سے میرا تعارف ایک بھارتی عالم شیخ انصاری صاحب سے بھی ہوگیا۔ میں نے ان دونوں سے رابطہ قائم کرلیا۔ ان سے مسلسل گفتگوئیں چلتی رہیں اور بالخصوص فطرت کے بارے میں میرے ذہن میں جو تصورات تھے ان پر تفصیل سے باتیں ہوئیں۔ حتیٰ کہ ایک روز ان دونوں جید علماء نے فیصلہ صادر کر دیا۔ "الحمدللہ آپ کے خیالات ہو بہو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں اور ہماری رائے میں آپ مسلمان ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان سمجھئے اور مسجد میں جاکر نماز ادا کیجئے۔ ہم آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور جب آپ کا جی چاہے' ہم آپ سے گفتگو کرنے میں خوشی محسوس کریں گے"۔

اس طرح میری زندگی کا ایک نیا باب کھل گیا۔ میں نے اس احساس سے بے حد مسرت محسوس کی کہ میرے خیالات اسلام کے عین مطابق ہیں اور اس انکشاف پر مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ اسلام انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس دن کے بعد الحمدللہ میرا سینہ ایمان کی دولت سے منور ہوگیا اور پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے تو میرے دل میں بے پناہ محبت اور عقیدت جاگزیں ہوگئی ہے۔ چنانچہ میں کہہ سکتی ہوں کہ اگرچہ رسمی طور پر میرے قبول اسلام کی تاریخ ۱۹۷۵ء کا کوئی دن ہے لیکن ذہنی اعتبار سے میں

حسن انتخاب

۱۹۵۰ء سے مسلمان ہوں۔ یعنی اس روز سے جب میں نے پہلے پہل اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی پراسرار اور مبارک آواز سنی تھی "اللہ اکبر' اللہ اکبر" اور جب میں نے مسیحی خانقاہ میں جانے سے انکار کردیا تھا۔

میں رنگ دار نسل کی پہلی لڑکی تھی جس نے اسلام قبول کیا اور عبادت کے لئے مسجد میں داخل ہوئی۔ اس کے بعد تو الحمدللہ گویا راستہ کھل گیا اور بیشمار تعلیم یافتہ نوجوان لڑکیاں حصار اسلام میں داخل ہوگئیں اور یہ نو مسلم خواتین نماز کے لئے جوق در جوق مسجد میں بھی جانے لگ گئیں۔ خصوصاً ٹرینی ڈاڈ کے شہر فرانسس کی مسجد "جامع سنتال" میں تو عبادت گزار خواتین کے ٹھٹھ لگ جاتے' یہ مسجد ڈاکٹر شیخ انصاری نے تعمیر کرائی تھی۔ اب اس کے چیئرمین الحاج شفیق محمد ہیں۔

اس سے پہلے ٹرینی ڈاڈ کے لوگ اسلام کے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ یہ مذہب ہندوستانیوں کا ہے جو کئی طرح کی اقسام میں بٹا ہوا ہے۔ وہ اسلام کے مقابلے میں قادیانیت کو کہیں زیادہ اہمیت دیتے تھے اور ٹرینی ڈاڈ میں قادیانیت کی تبلیغ بڑے منظم انداز میں ہو رہی تھی۔

یہ اللہ کا خصوصی احسان ہے کہ میرے قبول اسلام کے بعد افریقی نسل کے لاتعداد لوگوں نے اسلام قبول کرلیا حتیٰ کہ جلد ہی اس ریاست میں مسلمانوں کی آبادی تیرہ فیصد تک جا پہنچی جبکہ کیتھولک ۳۱ فیصد' پروٹسٹنٹ ۲۷ فیصد اور ہندو ۶ فیصد ہیں۔ باقی لوگ لا مذہب ہیں۔

اسلام اپنے پیروکاروں سے مختلف فرائض کے معاملے میں اخلاص اور عمل کا مطالبہ کرتا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ میں ایمان کے تقاضوں سے پوری سنجیدگی سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتی ہوں۔ چنانچہ خواہ سرکاری معاملات ہوں یا ذاتی سطح کی کوئی بات' میں کسی حالت میں جھوٹ نہیں بولتی۔ اسی طرح میں حتی الامکان کوشش کرتی ہوں کہ سرکاری یا ذاتی سطح پر کوئی عمل اسلامی تعلیمات کے برخلاف نہ ہونے پائے۔

جہاں تک میرے سرکاری اور سیاسی فرائض کا تعلق ہے' ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم میرے شامل حال ہے اور میری کارکردگی کا معیار بڑا ہی بلند ہے۔ نتیجہ یہ کہ میرے سابق وزیراعظم نے مجھ سے خود کہا کہ مصر کا ایک چکر لگا آؤ' وہ ملک اسلامی تہذیب کا ایک اہم مرکز ہے۔ وہاں جامعۃ الازہر سے بھی استفادہ کر آنا۔ چنانچہ میں نے اس پیشکش سے فائدہ اٹھایا اور مصر کے مختلف علمی مذہبی اور انتظامی اداروں کا معائنہ کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کیا۔ میں نے متعدد بار پارلیمانی انتخابات میں حصہ لیا ہے اور مسلمان ہونے کے باوجود ہر بار کامیاب ٹھہری ہوں۔ میں نے ایک بار تعلیم اور ثقافت کے وزیر کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دی ہیں اور ہر شعبے میں کامیابی نے میرا خیر مقدم کیا ہے۔ خصوصاً ٹرینی ڈاڈ کے وزرائے اعظم اور میرے رفقاء نے کمال بے تعصبی اور وسعت ظرفی سے میرے ساتھ تعاون کیا ہے۔ اندازہ کیجئے کہ دیگر قومی ایام کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ پر

(باقی صفحہ ۲ پر)

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے چھ روزہ دورۂ بنگلہ دیش کی روداد

(۱۸ تا ۲۳ دسمبر ۱۹۹۷ء)

(تیسری و آخری قسط)

ـــــــ رپورتاژ : ڈاکٹر عبدالخالق ـــــــ

۲۱ دسمبر ۹۷ء بروز اتوار : آج ورکنگ ڈے تھا (بنگلہ دیش میں ہفتہ وار دو چھٹیاں بروز جمعہ اور ہفتہ ہوتی ہیں) سڑکوں پر رش معمول سے زیادہ تھا۔ ڈھاکہ شہر کی اکثر سڑکیں خاصی کشادہ ہیں۔ پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے کی سڑک تو بہت ہی کشادہ ہے۔ پارلیمنٹ کی عمارت جدید طرز تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے' جس کا نقشہ ایوب خان مرحوم کے زمانے میں تیار کیا گیا تھا۔ پارلیمنٹ کی عمارت کو اندر سے دیکھنے کا موقع تو نہ مل سکا' البتہ ظاہری حسن ہی خاصہ متاثر کن ہے۔ عمارت کے ارد گرد جھیل ہے جبکہ ممبران پارلیمنٹ کے قیام کے لئے ہاسٹل اور وسیع و عریض لان اس کے علاوہ ہیں۔ فضا سے پارلیمنٹ کی عمارت اور پورا کمپلیکس بہت خوشنما دکھائی دیتا ہے۔ (ڈھاکہ سے واپسی پر جہاز سے اس کا نظارہ کرنے کا موقع ملا)۔

ڈھاکہ کی سڑکوں پر کثیر تعداد میں سائیکل رکشہ رواں دواں نظر آتے ہیں' عموماً آدھی سڑک انہی کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ انسانی مشقت کا یہ منظر آدمی کو اداس اور غمگین کر دیتا ہے۔ ایک نحیف اور کمزور انسان' ہانپتے ہوئے پھولی ہوئی پنڈلیوں کے ساتھ اپنے ہی جیسے انسانوں کو کھینچنے پر مجبور ہے۔ اسی کی طرح کے انسان' اس سے زیادہ صحت مند دو تین اور بعض اوقات اس سے بھی زائد تعداد میں مزے سے بیٹھے سفر کرتے ہیں اور یہ بیچارہ مسلسل کھڑے ہو کر اپنے جسم کا پورا زور اور وزن (اگرچہ بے چارے کا وزن بھی کیا ہوتا ہو گا) ڈال کر سائیکل کے رواں دواں رکھنے کی مشقت جھیلنے پر مجبور ہے اور جہاں کہیں بریک لگانی پڑ جائے تو اس کے بعد اسے دوبارہ حرکت دینے کے لئے اس پر کیا قیامت گزرتی ہے لیکن یہ نہ کرے گا تو شام کو اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے کا سامان کہاں سے لائے گا' اور یہی شخص اگر خدانخواستہ کبھی بیمار پڑ جائے اور اس کی دیہاڑی نہ لگے تو...... اس کا تصور ہی بڑا ہولناک ہے۔

سائیکل رکشاؤں کے اس ہجوم میں ایک بوڑھے شخص پر نظر پڑی جس کی عمر ۵۰ سال سے اوپر ہو گی' سفید داڑھی' ستا ہوا چہرہ' جسم گویا صرف ہڈیوں پر مشتمل تھا' سائیکل رکشہ پر ایک ہٹے کٹے نوجوان شخص کو بٹھائے اسے کھینچنے کی تگ و دو کر رہا تھا۔ مسلسل یہ منظر دیکھنے کی تاب نہ تھی' ویسے بھی ہم گاڑی میں تھے جلد ہی آگے نکل گئے ـــــ انسان کے احساسات بھی کیا چیز ہیں کسی اچھے یا برے منظر کو پہلی مرتبہ دیکھنے پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے' مسلسل دیکھتے رہنے سے وہ اس کا اس قدر عادی ہو جاتا ہے کہ بعد کا دیکھنے والا اس کے جذبات سے عاری چہرے کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ کس قدر بے حس انسان ہے لیکن کچھ عرصہ بعد خود اس کی کیفیت عام لوگوں سے مختلف نہیں ہوتی۔

آٹو رکشہ بھی ہیں لیکن یہ پاکستانی رکشے کے مقابلے میں بہت ''کمزور'' دکھائی دیتا ہے۔ ایک تو یہ پرانے سے دکھائی دیتے ہیں (تمام رکشاؤں کی باڈی پرانے ماڈل کی ہے جس میں اگلے مڈگارڈ پر بتی لگی ہوتی تھی۔ کوئٹہ میں ایسے رکشہ دیکھنے کو مل جائیں گے) اور اوپر سے بیچاروں کی آواز ہی نہیں نکلتی' ہمارے لاہوری رکشے کا تو کیا کہنا۔ کیا گرجتا برستا ہوا جاتا ہے گویا شیر دھاڑتا ہوا جا رہا ہو اور بنگلہ دیشی رکشہ کے سائلنسر میں سے ایسے آواز نکلتی ہے جیسا بکری کا چھوٹا سا بچہ ممیا رہا ہو۔ وہاں کے ۱۰ رکشے مل کر بھی آواز میں ہمارے ایک رکشے کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

بڑے رکشہ بھی ہیں لیکن اس کا استعمال انہوں نے خوب کیا ہے کہ سوزوکی پک اپ جیسی باڈی بنا کر اجتماعی ٹیکسی کی شکل دے دی ہے' البتہ سوزوکی پک اپ جیسی لدی پھدی نہیں ہوتی اور سوزوکی پک اپ تو دیکھنے کو بھی نہ ملی۔ پبلک ٹرانسپورٹ کے لئے مزدا ویگنیں اور بڑی بسیں استعمال ہوتی ہیں اور ہاں ڈبل ڈیکر بسیں بھی نظر آئیں اگرچہ خاصی پرانی ہیں' لیکن رواں دواں ہیں۔ ہمارے ہاں کی ڈبل ڈیکر بسیں تو P.R.T.C کب کی ہضم کر چکی۔ لگتا ہے وہاں کی روڈ ٹرانسپورٹ کا ہاضمہ خاصا کمزور ہے۔

صبح ناشتہ سعید صالح کے ہاں تھا۔ موصوف اپنے نام ہی کی طرح صالح نوجوان ہیں۔ ایک سکول چلاتے ہیں جس میں انگریزی بول چال کے کورس کے علاوہ مختلف پروفیشنل کورسز کی ابتدائی تیاری کروائی جاتی ہے۔ روایتی بنگلہ دیشی ناشتہ تھا' انواع و اقسام کی چیزیں لیکن اکثر و بیشتر چاولوں کی بنی ہوئیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر ہماری منزل ایک یونیورسٹی کالج تھا' جو ڈھاکہ شہر سے ۲۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

یونیورسٹی کالج اس درسگاہ کو کہتے ہیں جس میں ایم۔ اے تک کی تعلیمی سہولت موجود ہو۔ یہ نیم سرکاری درسگاہ تھی۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے ایسی نیم سرکاری درسگاہوں کا جال پورے بنگلہ دیش میں پھیلا ہوا ہے۔ جنہیں مختلف N.G.O's (غیر سرکاری تنظیمیں) کنٹرول کرتی ہیں' جن میں سے اکثر کو بیرونی ممالک سے بھی امداد ملتی ہے۔ بیرونی ممالک یقیناً اپنے کسی وسیع تر پلان کے تحت یہ امداد دیتے ہیں' نئے تعلیمی ترقی کے معصوم اور خوشنما نام کے ذریعے بروئے کار لایا جاتا ہے۔

شاوار یونیورسٹی کالج میں طلبہ اور طالبات کی تعداد ۸ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ مخلوط تعلیم ہے' ۶ مضامین میں ایم اے اور ۱۰ مضامین میں آنرز تک تعلیم دی جاتی ہے۔ کل مضامین جو یہاں پڑھائے جاتے ہیں ان کی تعداد ۲۲ ہے۔ ہم قریباً ساڑھے دس بجے اس کالج میں پہنچے۔ پرنسپل جناب ابو غضنفر سعد زغلول (بنگلہ دیش میں عموماً لمبے نام رکھنے کا رواج ہے) نے ہمارا استقبال کیا۔ موصوف اس وقت سے اس درسگاہ سے وابستہ ہیں جبکہ ابھی یہ صرف ایک ہائی سکول تھا۔ ۱۹۷۶ء میں جب یہ کالج بنا' جناب سعد زغلول اس وقت سے اس درسگاہ کے پرنسپل ہیں۔ ایک مرتبہ ریٹائرمنٹ کے بعد بے لوث خدمت کے باعث دوبارہ اس عہدے پر متعین کئے گئے ہیں۔ درسگاہ کے چند دیگر اساتذہ سے بھی تعارف ہوا۔ اس کالج میں امیر محترم کے خطاب کا پروگرام تو ایک ہال کمرے میں کرنے کا تھا لیکن ہال کمرہ چونکہ اوپر کی منزل پر تھا' امیر محترم کی گھٹنوں کی تکلیف کے باعث گراؤنڈ فلور پر ہی ایک کلاس روم میں اس کا اہتمام کیا گیا۔ کلاس روم میں بمشکل ۲۰۰ کے قریب طلبہ و طالبات ہی آ سکے۔ ۱۵ کے قریب اساتذہ بھی موجود تھے۔ مجلس کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے کیا گیا۔ بعد ازاں ایک طالب علم نے انگریزی میں ایک نظم پڑھی۔

امیر محترم کو یہ نظم بہت پسند آئی اور ان کی خواہش پر اس کا Text حاصل کر لیا گیا جو قارئین کے استفادے کی خاطر، انہی صفحات میں حاضر خدمت ہے۔

اس نظم کے بعد جناب پرنسپل سٹیج پر تشریف لائے، انہوں نے حاضرین کی موجودگی میں ایک مرتبہ پھر امیر محترم کو خوش آمدید کہا۔ انہوں نے کالج کے تعارف کے ساتھ ساتھ امیر محترم کا مختصر تعارف بھی کروایا۔ امیر محترم کے خطاب کا موضوع تھا:

"Equity and Equality in the Life of Muhammad"

خطاب انگریزی زبان میں ۴۵ منٹ تک جاری رہا۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضورؐ کی جدوجہد کا ہدف چونکہ غلبہ اسلام تھا، لہٰذا ہم اسے

"The Concept of Social Justice in Islam"

کا نام دے سکتے ہیں۔ اسلام کا اصل پیغام ہی عدل وقسط کے نظام کا قیام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ایک نام "العدل" ہے۔ رسولوں کے بھیجے جانے کا مقصد جو سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۲۵ میں بیان کیا گیا ہے، وہ بھی یہی ہے کہ لوگ عدل وقسط پر قائم ہوں۔ انسان اگر خود اپنے لئے کوئی نظام وضع کرنے کی کوشش کریں گے تو بنی نوع انسان کے مختلف طبقات سے تعلق ہونے کی بنا پر باوجود پوری کوشش کے عدل وقسط کا نظام وضع نہ کر سکیں گے۔ انسانوں کے لئے عدل وقسط کا نظام وہی ہستی متعین کر سکتی ہے جو اس میں موجود تمام طبقات کی خالق و مالک ہو اور جس کا تعلق تمام طبقات سے مساوی بنیادوں پر ہو۔ چنانچہ حدیث میں فرمایا گیا "الخلق عیال اللہ" اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کے کنبے کی مانند ہے۔ حضورؐ کے بھیجے جانے کا مقصد سورۃ صف کی آیت نمبر ۹ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ حضورؐ نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے جو جدوجہد اور کوشش کی، جو طریقہ اپنایا، آج بھی ہمیں نظام عدل وقسط کے قیام کے لئے اسی طریقہ کار کو اپنانا ہوگا۔ اس طریق کار کو اگر ایک فقرے میں بیان کیا جائے تو وہ "منہج انقلاب نبویؐ" ہوگا۔ جب تک ہم دین کو نافذ نہیں کرتے ہمارے پاکستان اور بنگلہ دیش کے حالات درست نہیں ہو سکتے۔ ہمیں سیرت نبوی پر عمل کرتے ہوئے پورے معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام پر اللہ کا دین نافذ کرنا ہوگا۔ اسی میں ہماری اور ہماری آئندہ نسلوں کی بھلائی مضمر ہے۔ پروگرام کے اختتام پر امیر محترم نے پرنسپل صاحب کی خدمت میں اپنی انگریزی کتابوں کا ایک سیٹ پیش کیا۔ ظہر کی نماز واپس ہوٹل میں آکر ادا کی گئی۔

سوا تین بجے مسجد بیت المکرم کے خطیب مولانا عبدالحق جلال آبادی ملاقات کے لئے تشریف لے آئے۔ اسلام کے مستقبل اور دینی سیاسی پارٹیوں کے طرز عمل کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ امیر محترم نے منہج انقلاب نبویؐ کے حوالے سے مختصر سی گفتگو مولانا کے سامنے رکھی، لیکن موصوف کے نزدیک عوام الناس کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے اصلاحی و سماجی خدمت کے کاموں کی اہمیت زیادہ ہے۔ الیکشن میں ووٹ حاصل کرنے کا یہ طریقہ تو جماعت اسلامی گزشتہ ۴۰ سال سے آزما ہی رہی ہے لیکن نتیجہ..... مولانا موصوف پر شاید امیر محترم کا انقلابی فکر پوری طرح واضح نہیں تھا، لہٰذا امیر محترم نے انہیں اپنی کتاب منہج انقلاب نبوی کے مطالعہ کا مشورہ دیا۔ یہ نشست ۴ بجے تک جاری رہی۔

نماز مغرب ہم نے مجلس خلافت بنگلہ دیش کے مرکزی دفتر میں ادا کی۔ یہ دفتر ڈھاکہ شہر کے وسط میں مسجد بیت المکرم سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔ مجلس خلافت کا دفتر دوسری منزل پر ہے۔ ہم گراؤنڈ فلور پر اس کے سٹوڈنٹ ونگ (شاترا مجلس) کے دفتر میں بیٹھے۔ بنگلہ دیش میں جو عمومی سادگی پائی جاتی ہے وہ اس دفتر میں بھی بتمام و کمال نظر آئی۔ سیکرٹری جنرل احمد عبدالقادر صاحب نے مجلس خلافت کے قیام اور اس کی اب تک کی کارکردگی سے آگاہ کیا۔ اس مجلس کا قیام ۱۹۸۹ء میں عمل میں آیا۔ مجلس خلافت کے پہلے امیر حافظ جی حضور تھے۔ حافظ جی حضور تمام علماء اور عوام میں متفقہ طور پر محترم دینی شخصیت تسلیم کئے جاتے تھے، لہٰذا وہاں مجلس خلافت کو عمومی پذیرائی حاصل ہے۔ اس مجلس کی جانب سے مختلف قومی اور مذہبی امور پر رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا جاتا رہا۔ بابری مسجد کی شہادت پر پانچ لاکھ کی تعداد کا عظیم الشان جلوس اسی مجلس خلافت کے تحت نکالا گیا، جس نے نہ صرف پورے بنگلہ دیش بلکہ ہندوستان اور مغربی میڈیا تک میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ یہ حضرات ہندوستان کے باڈر کے قریب جا پہنچے تھے اور ان کا اعلان یہ تھا کہ ہم خود ہندوستان جا کر مسجد کی تعمیر کریں گے۔ بنگلہ دیشی باڈر فورسز کی جانب سے بلا اشتعال فائرنگ کے نتیجے میں ان کے ۱۵ آدمی شہید کر دیئے گئے۔ اس وقت کے امیر شیخ الحدیث عزیز الحق مدظلہ ہیں۔ وہ ڈھاکہ میں موجود نہیں تھے، لہٰذا ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ مرکزی دفتر کے اس Visit کے موقع پر سینئر نائب امیر جناب مولانا محمد اسحاق (موصوف مشرقی پاکستان کی آخری حکومت میں وزیر کے عہدے پر فائز تھے) نائب امیر مسعود خان صاحب نیز سٹوڈنٹ ونگ کے متعدد عہدیدار موجود

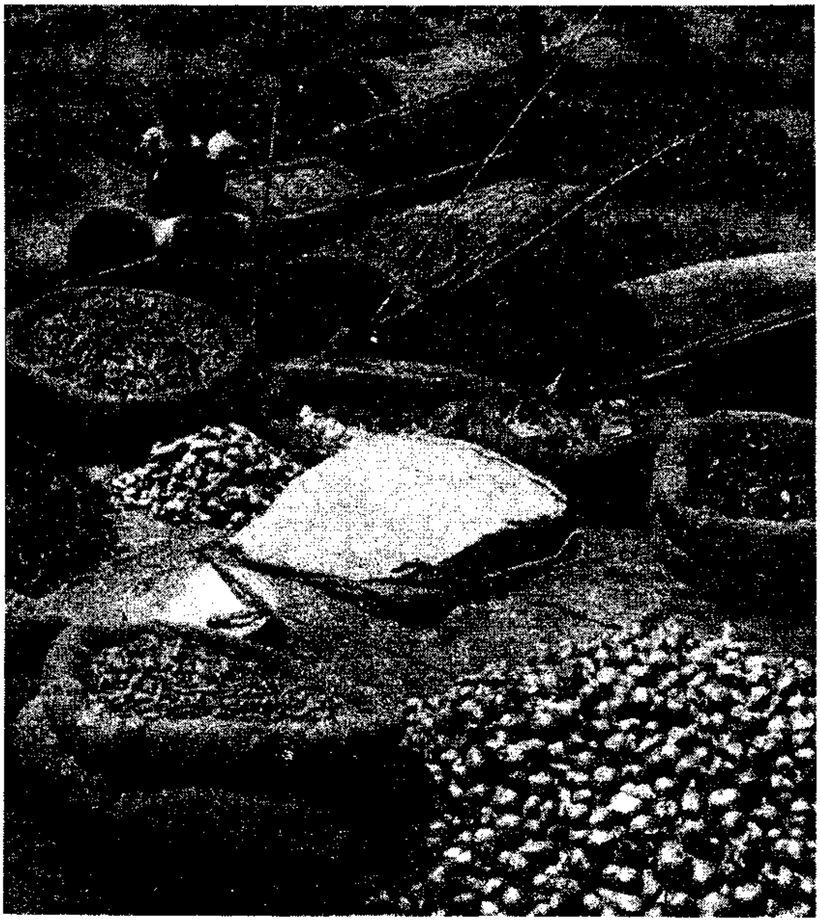

بنگلہ دیش کا روایتی بازار جس میں کئی اقسام کی سبزیاں اور دیگر لوازمات فروخت کے لئے موجود ہیں

تھے۔ مثلاً زین الاسلام سیکرٹری جنرل' مولانا شفیق الدین سٹی برانچ کے صدر۔ سیکرٹری جنرل صاحب فرما رہے تھے کہ ہمارا مقصد خلافت کا قیام ہے۔ اپنے ملک کو اسلامی ملک بنانا ہمارا اصل ٹارگٹ ہے۔ ہم نے جہاد کا ماٹو اختیار کر رکھا ہے۔ مجلس خلافت میں معاشرے کے تمام طبقات کو شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس میں شمولیت کے دو درجے ہیں' جنرل ممبرشپ اور فل ممبرشپ۔ فل ممبر شپ کی اس وقت کی تعداد ۲۰۰ کے لگ بھگ ہے۔ اوپر کی سطح پر علماء اور دانشور حضرات کو شامل کیا جاتا ہے۔ اسے مرکزی انتظامیہ کہا جاتا ہے۔ مرکزی مشاورتی بورڈ اور مرکزی عہدیدار اس میں شامل ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ڈسٹرکٹ کی سطح اور پھر تھانہ اور یونین کی سطح پر نظم موجود ہے۔ ممبران کیلئے تربیتی پروگرام بھی منعقد کئے جاتے ہیں۔

برادرم عبدالقادر فرما رہے تھے ہمارا دوسرا مقصد "اتحاد" ہے۔ ہمارے ہاں خوش قسمتی سے فرقہ واریت نہیں ہے۔ شیعہ حضرات بہت کم ہیں۔ بریلوی اور دیوبندی علماء ہیں لیکن تقسیم زیادہ گہری نہیں ہے۔ ہم نے Islamic unity Alliance بنا رکھا ہے جس میں اس وقت یہ جماعتیں شامل ہیں :

۱) خلافت مجلس
۲) اسلامی آئینی مجلس
۳) اسلامک موومنٹ
۴) فرائضی موومنٹ اور
۵) نظام اسلام پارٹی شامل ہیں۔

مجلس خلافت کے تعارف کے بعد امیر محترم سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنا تعارف کروائیں۔ چنانچہ امیر محترم نے اپنے تعارف کے ساتھ ساتھ تنظیم اسلامی و تحریک خلافت پاکستان کا مختصر تعارف کروایا اور منہج انقلاب نبویؐ کو بھی مختصراً بیان فرمایا۔ سیرت نبویؐ سے اخذ کردہ انقلابی طریق کار کو محفل میں شامل تمام حضرات نے بڑی توجہ سے سنا۔ محسوس ہو رہا تھا کہ ایک نئی بات ان کے سامنے آ رہی ہے' مدلل گفتگو ان کے دلوں میں گھر کر رہی تھی۔ امیر محترم نے مزید فرمایا کہ یہاں کے حالات جاننے کے بعد میرا احساس ہے کہ بنگلہ دیش میں خلافت کا قیام پاکستان کے مقابلے میں ۱۰ گنا آسان ہے۔ ایک تو یہاں صوبائیت کی لعنت نہیں ہے' پورے ملک کی ایک زبان اور ایک ثقافت ہے۔ فرقہ واریت کی لعنت سے آپ کا معاشرہ پاک ہے۔ بنگلہ دیش کا عام مسلمان پاکستانی مسلمان کی نسبت بہت زیادہ مذہبی ہے۔ بہرحال خلافت کا قیام تو ہونا ہے دیکھئے اس کے آغاز کا شرف اللہ تعالیٰ کس خطے کے لوگوں کو عطا فرماتا ہے۔ امیر محترم نے اپنی اردو کتابوں کا ایک سیٹ انہیں پیش کیا اور منہج انقلاب نبوی پر خصوصی توجہ دینے کی درخواست کی۔

نماز عشاء کے بعد جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے امیر جناب پروفیسر غلام اعظم صاحب کے ہاں جانا ہوا۔ رات کا کھانا انہیں کے ہاں طے تھا۔ پروفیسر صاحب کے پانچ بیٹے ہیں' تین امریکہ میں اور ایک جدہ میں ہوتے ہیں' واحد بیٹے جو بنگلہ دیش میں ہیں انہوں نے حال ہی میں اپنا نیا مکان تعمیر کیا ہے۔ پروفیسر صاحب انہی کے ہاں مقیم ہیں۔ انہوں نے امیر محترم کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ اسی موقع پر اکابرین جماعت میں سے جناب سجان صاحب' مولانا یوسف اور بدیع العالم (مرکزی ناظم بیت المال) کے علاوہ پاکستان سے تشریف لائے ہوئے عثمان رمزی صاحب بھی موجود تھے۔ مختلف موضوعات پر باتیں ہو گئیں تو پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔

اس وقت جماعت اسلامی کے پاس پارلیمنٹ میں صرف ۳ نشستیں ہیں اور آئندہ بھی کوئی اچھی امیدیں نہیں ہیں۔ جماعت اسلامی کو اپنی سیاسی پالیسی کے باعث کافی Set Back پہنچا ہے۔ اپنی سیاسی حکمت علمی کی غلطی کا احساس خود قیادت کو بھی ہے لیکن اب تلافی مافات کے لئے کچھ مدت درکار ہو گی۔ امیر محترم نے اپنی کتابوں کا ایک مختصر سیٹ امیر جماعت کو پیش کیا۔ جناب پروفیسر صاحب نے پر تکلف کھانے کا اہتمام کر رکھا تھا۔ رات دس بجے فارغ ہو کر ہوٹل پہنچے ہی تھے کہ جناب الحاج محمد نسیم

We the Muslim Ummah - We the Muslim Ummah
We the greatest, highest and best
We the Strongest wisest honest
We the best of all in the world
We the strongest. We the wisest honest
All mighty for Allah with us
We are the soldiers of Allah
Our arms "La Elaha El Lallah"
Our constitution the Holy Quran and Sunnah
The Holy Quran and Sunnah
We the Muslim Ummah - We the Muslim Ummah
We are the Banner of Islam
We are the Mujahid of Islam.
We the Brave nation
We the Tiger nation
Our leader Hazrat Muhammad
Our commander Hazrat Muhammad
Our Life and death
Our action and faith for Allah
We the Muslim Ummah - We the Muslim Ummah.

خان صاحب اپنی ٹیم کے ساتھ تشریف لے آئے۔ محصورین بنگلہ دیش کے مسائل اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے نیز ان کے کیس کو بین الاقوامی سطح پر پیش کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جسے SPGRC کا نام دیا گیا۔ محترم نسیم خان صاحب اس کے صدر ہیں۔ دیگر حضرات میں ان کے پرسنل سیکرٹری' سیکرٹری جنرل' آفس سیکرٹری اور ایک نمائندہ شامل تھے۔

محمد نسیم خان صاحب قریباً ایک گھنٹہ تک محصورین کی حالت زار اور ان کے مسائل سے امیر محترم کو آگاہ کرتے رہے۔ حکومت بنگلہ دیش اور حکومت پاکستان میں سے کوئی بھی ان کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں (اگرچہ حال ہی میں حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ پانچ ہزار کو پاکستان لا رہی ہے)۔ بنگلہ دیش میں یہ واقعتاً بدترین حالات میں زندگی گزار رہے ہیں۔ نسیم خان صاحب نے پاکستان کے حالیہ سفیر بنگلہ دیش کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو امداد ماضی میں حکومت پاکستان نے ہمارے لئے منظور فرمائی تھی اور جس کا کچھ حصہ ہمیں مل بھی گیا تھا لیکن اس کا بیشتر حصہ سفیر صاحب دبائے بیٹھے ہیں اور ادھر حالت یہ ہے کہ سرمایہ کی کمی کے باعث ہمارے بہت سے سکول بند ہونے کو ہیں۔ عام سکولوں میں ہمارے بچوں کو داخلہ نہیں ملتا' نہ ہی حکومت بنگلہ دیش ہمارے سکولوں کو کوئی گرانٹ دیتی ہے اور اب تو رابطہ عالم اسلامی نے بھی گرانٹ بند کر دی ہے۔ رابطہ والوں نے محصورین کے علاج معالجہ کے لئے جو ہسپتال کھولا تھا وہ بھی بند کر دیا گیا ہے۔ یہ بیچارے مختلف حکومتوں کی سیاسی مصلحتوں کے شکار ہو رہے ہیں۔ رات ۱۱ بجے اس گروپ کی روانگی کے بعد ڈاکٹر عبیدالرحمٰن صاحب ملنے آ گئے۔ یہ سوا گیارہ بجے تک رہے اور امیر محترم نے انہیں اپنی انگریزی کتب کا سیٹ پیش کیا۔

۲۲/دسمبر بروز سوموار: آج ناشتہ ہوٹل کے ریسٹورنٹ ہی میں تھا۔ بنگلہ دیش جرنلسٹ فاؤنڈیشن کی جانب سے اس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ فاؤنڈیشن جرنلزم سے متعلق افراد کی فلاح و بہبود کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اس موقع پر اس فاؤنڈیشن کے سیکرٹری جنرل جناب مسعود نظامی' جائنٹ سیکرٹری جناب سلیم الحسینی' وائس پریذیڈنٹ منظور عالم خان اور ایک ممبر جناب عالم مسعود صاحب موجود تھے۔ ناشتہ کے دوران سیاست پر عمومی گفتگو جاری رہی۔ آخر میں برادرم حفیظ الرحمٰن کی درخواست پر امیر محترم نے حدیث "لن تزول قدمی ابن آدم حتی یسئل عن خمس" بیان فرمائی اور اس کا ترجمہ کیا۔ یوں حضورؐ کے مبارک کلام پر اس محفل کا اختتام ہوا۔

گیارہ بجے امام الدین طٰہ صاحب کے ہاں جانے کا پروگرام تھا۔ کچھ تو گاڑی کے حصول میں تاخیر اور کچھ راستے میں ٹریفک کے رش کے باعث پونے بارہ بجے ان کے ہاں پہنچے۔ امام الدین طٰہ صاحب شہر سے ۱۲ کلومیٹر دور ایک بستی میرپور میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کی قیام گاہ وسیع رقبہ (قریباً ۶ کنال) پر پھیلی ہوئی ہے' جس میں تین دو منزلہ عمارتیں ہیں۔ امام الدین طٰہ صاحب ان میں سے ایک عمارت کی اوپر والی منزل پر رہائش پذیر ہیں جبکہ بقیہ عمارتیں خالی پڑی ہیں۔ ان کا مصرف امام صاحب کے نزدیک کیا ہے واضح نہ ہو سکا۔ ان کے ہاں دو مزید حضرات سے ملاقات ہوئی' ایک نوجوان ابو سعید سلفی' حزب اللہ (انڈیا) سے وابستہ ہیں' یہ ایک Militant تحریک ہے جو ہندوؤں کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ دوسرے صاحب قاضی عزیز الحق تھے یہ حزب اللہ بنگلہ دیش کے امیر ہیں جن کی عمر ۴۶ سال ہے اور اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ ان کی گفتگو خاصی الجھی ہوئی تھی' سیاست پر گفتگو کرتے کرتے کسی مجذوب کے خوابوں کا تذکرہ لے کر بیٹھ گئے اور اس میں کافی وقت صرف کر دیا۔ امیر محترم نے فرمایا کہ ہم اپنے طرز عمل اور حکمت عملی کو خوابوں کی بنیاد پر استوار نہیں کر سکتے۔ یہ بات سیرت محمدیؐ اور آثار صحابہؓ کے خلاف ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے عقل' سوچ اور سمجھ دی ہے اور قرآن حکیم اور حضورؐ کی سیرت میں اسوۂ حسنہ عطا فرمایا ہے' ہمیں اس سے رہنمائی لینا ہوگی۔ یہ محفل ایک بجے اختتام کو پہنچی۔

چار بجے سہ پہر پریس کلب میں امیر محترم کا خطاب تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ یہاں زیادہ تر پریس کے لوگوں سے سابقہ پیش آئے گا لیکن معلوم ہوا کہ پریس کلب کے مختلف ہال کمرے ادبی' علمی و سیاسی فورمز کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اس روز بھی کئی ایک پروگرام تھے' ہمارے اس پروگرام کی مناسب تشہیر نہ ہونے کے باعث حاضری بہت کم تھی۔ پروگرام چار بجے کی بجائے پانچ بجے شروع ہو سکا۔ امیر محترم نے اپنے موضوع "اسلام میں سماجی انصاف" (Social Justice in Islam) کا حق یوں ادا کر دیا کہ نماز مغرب کے وقفہ کو نکال کر پورے ڈیڑھ گھنٹہ خطاب فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسلام کے نظام عدل و قسط پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ اس کے قیام کے لئے حضورؐ نے جو جدوجہد خالص انسانی سطح پر سرانجام دی اس کو تفصیل سے بیان کیا۔ اس مجلس کی صدارت جناب مجیب الرحمٰن سابق وزیر اطلاعات' سینئر ایڈووکیٹ کورٹ اور چیئرمین الامین فاؤنڈیشن نے فرمائی۔ جناب صدر نے اپنے صدارتی خطبے میں امیر محترم کے خطاب کو بہت عالمانہ' جامع اور مدلل قرار دیا اور فرمایا کہ آج میرے علم میں بہت سی نئی باتیں آئی ہیں' میں جناب ڈاکٹر صاحب کے خطاب سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ امیر محترم کے خطاب کے اختتام پر ایک وضاحتی سوال جناب صدر مجلس کی جانب سے کیا گیا جس کا جواب امیر محترم نے ارشاد فرما دیا۔ محترم مجیب الرحمٰن صاحب کی شخصی عظمت کی دلیل یہ ہے کہ جواب سن کر فوراً فرمایا:

I have got the answer and I am fully satisfied.

عشاء سے قبل ہم ہوٹل واپس پہنچ گئے۔

رات کا کھانا رابطہ عالم اسلامی بنگلہ دیش کے چیئرمین جناب میر قاسم علی کی جانب سے ہوٹل پربانی (Purbani) میں تھا' خاصا پرتکلف ڈنر تھا۔ برادرم عبدالواحد اور حفیظ الرحمٰن کے علاوہ سینئر صحافی غیاث کمال چوہدری بھی موجود تھے۔ ڈنر کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر ہلکی پھلکی گفتگو جاری رہی۔

۲۳/دسمبر بروز منگل: آج ہماری بنگلہ دیش سے واپسی کا دن تھا۔ ناشتہ ہوٹل ہی میں جناب امام الدین محمد طٰہ صاحب لے آئے۔ ناشتہ پر مختلف موضوعات پر گفتگو جاری رہی۔

برادرم عبدالواحد اور حفیظ الرحمٰن نے امیر محترم سے درخواست کی کہ وہ انہیں کوئی وصیت فرمائیں۔ امیر محترم نے فرمایا کہ میں آپ حضرات کو تنظیم اسلامی میں شمولیت کی دعوت دیتا ہوں۔ امیر محترم نے فرمایا کہ میری ساری عمر کے دینی علم (جو کچھ بھی ہے) اور مطالعے کا نچوڑ یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان ہمارا فرض ہے کہ ہم جس دین کے پیروکار ہیں اس کے دیئے ہوئے نظام عدل و قسط کو قائم کرنے کی جدوجہد اور کوشش کریں۔ اس جدوجہد کے لئے میں نے قرآن و سنت اور سیرت سے منصوص' مسنون اور ماثور اجتماعیت کی اساس بیعت پر تنظیم اسلامی قائم کی ہے۔ آپ اس میں شامل ہوں کیا عجب کہ آپ کی شمولیت بنگلہ دیش میں اقامت دین کی جدوجہد میں بنیاد کا پتھر ثابت ہو جائے۔

دونوں نوجوانوں نے امیر محترم کی اس پر خلوص دعوت کو نہایت سنجیدگی سے سنا۔ اگرچہ اس وقت تو انہوں نے پیش قدمی نہیں کی تاہم ہمیں امید ہے کہ آئندہ ان شاءاللہ یہ لوگ ضرور ہاتھ بڑھائیں گے۔

صبح ۱۰ بجے کے قریب ہمیں ایئرپورٹ روانہ ہو جانا تھا۔ اس سے قبل جناب ڈاکٹر شہادت حسین صاحب (موصوف حال ہی میں ملائشیا سے واپس آئے ہیں) ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ان سے تعارف ڈاکٹر نجیب الرحمٰن (پاکستان میں ہماری تنظیم کے دیرینہ رفیق جو آجکل ملائشیا میں میڈیکل کے شعبے میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں) کی وساطت سے ہوا تھا۔ امیر محترم نے ان کو اپنی انگریزی کتب کا سیٹ پیش کیا۔ اس کے علاوہ جناب مولانا عبداللہ بن جلال آبادی بھی تشریف لائے۔ موصوف سیکرٹریٹ کی مسجد کے خطیب ہیں' خاصی علم دوست

(باقی صفحہ ۸ پر)

امیر محترم کی حلقہ سندھ و بلوچستان کے رفقاء کے ساتھ خصوصی نشست

کسی تحریک کے داعی کے ساتھ کارکنان کا قلبی تعلق اس کی کامیابی کا ایک پیمانہ ہوتا ہے۔ اگرچہ کارکنان کی اصل وابستگی تو نظریہ کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء کا اپنے امیر سے قلبی تعلق عشق کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح ایک عاشق کے لئے اپنے محبوب کا فراق طویل ہو جائے تو یہ اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتا ہے اسی طرح رفقاء کے ساتھ امیر محترم کی ملاقات کا وقفہ طویل ہو جائے تو ان میں بے چینی پیدا ہونے لگتی ہے۔ کراچی میں جب کچھ ایسی ہی صورتحال پیدا ہوئی تو امیر حلقہ جناب محمد نسیم الدین کی خصوصی کاوشوں سے ۲۸ دسمبر ۹۷ء کی صبح دس بجے اس نشست کا اہتمام کیا گیا۔ امیر محترم کی ابتدائی گفتگو سے رفقاء کو بھی انتہائی خوشی ہوئی کہ یہ معاملہ یکطرفہ نہیں بلکہ "دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی" کے مصداق دو طرفہ ہے۔

بلوچستان کے زہری قبیلے کے نوجوان رفیق حافظ خدا بخش زہری نے گفتگو شروع کی۔ بلوچستان میں سوشلسٹ قوم پرستوں کے حلقے کی سرگرمیوں نے دین کا درد رکھنے والے اس نوجوان کے دل میں ہلچل پیدا کر دی ہے اور وہ ان سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے جمعیت طلباء اسلام میں شامل ہو گئے' لیکن انہیں جلد ہی یہ محسوس ہوا کہ جمعیت نے اسلامی انقلاب کے لئے انتخابی سیاست کا جو راستہ اختیار کیا ہے' اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے انہیں سیکولر عناصر سے اتحاد کرنا پڑتا ہے اور اس کے نتیجہ میں لیلائے اقتدار ہمیشہ اغیار کے ہاتھ آتی ہے۔ حافظ صاحب کو کسی ذریعے سے تنظیم اسلامی کے انقلابی طریقہ کار کا علم ہو گیا اور وہ اس انقلابی قافلے میں شامل ہو گئے۔ دین کی لگن اور کام کا جذبہ اس باہمت نوجوان کے دل میں موجزن ہے۔ موصوف نے امیر حلقہ کو زہری قبیلے کے دورے کی دعوت دی۔ وہاں انہوں نے امیر حلقہ کی ملاقات مقامی علماء سے کروائی اور کئی مقامات پر جلسوں کا بھی اہتمام کروایا۔ اس دورے کے تاثرات بیان کرتے ہوئے حافظ خدا بخش زہری نے کہا کہ مذہبی سیاسی جماعتوں کے طرز عمل سے مایوس عوام تنظیم اسلامی کے پیغام میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔ تاہم امیر محترم کے جماعت اسلامی سے سابقہ تعلق اور مولانا مودودی کے فکر کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کے خیالات سے حوالے سے لوگوں میں تشویش پائی جاتی ہے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ مختلف رجال دین کے بارے میں گفتگو کی بجائے "فضائل انقلاب" کو موضوع سخن بنایا جائے تو اس سے بہتر نتائج کی توقع ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیت سمیت اکثر گمراہ کن نظریات پنجاب سے بلوچستان میں پہنچتے رہے ہیں لہٰذا تنظیم اسلامی کے بارے میں عوام کا رویہ خاصا محتاط ہے۔

جناب عزیز الٰہی انصاری جو کہ پاکستان نیوی میں میرین انجینئر ہیں' نے توحید کے بارے میں حساس رویئے کا اظہار کرتے ہوئے امیر محترم سے گزارش کی کہ محض شرک پر علمی گفتگو ہی کافی نہیں بلکہ عبداللہ شاہ غازی کے مزار سے لے کر داتا دربار سمیت ملک میں قائم تمام شرک کے اڈوں کی نشاندہی بھی ضروری ہے جو لات و عزیٰ اور منات کی مانند ہیں۔ ان کے بعد ابوذر ہاشمی نے بتایا کہ ان کا پورا گھرانہ بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا انہیں دعوت کے معاملے میں کافی دشواریوں کا سامنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امیر محترم کی تقاریر میں علماء دیوبند خصوصاً شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے تذکروں پر لوگ ناگواری کا اظہار کرتے ہیں' اس سے ہمیں مسلک دیوبند سے منتھی کر دیا جاتا ہے۔ جناب راشد گنگوہی نے طالبان کے حوالے سے تنظیم اسلامی کا موقف جاننے کی خواہش ظاہر کی۔ ہمایوں سلطان صاحب نے کہا کہ اگرچہ اسلامی انقلاب ہمارا اصل ہدف ہے تاہم ہمیں چھوٹے اہداف پر بھی کام کرنا چاہئے۔

راقم نے اپنی زندگی کے ابتدائی ۲۵ سال کا عرصہ سابقہ مشرقی پاکستان میں گزارا ہے۔ اس عرصے کو "ایام جاہلیت" قرار دیا جا سکتا ہے تاہم اس خطے میں زندگی کے تلخ و شیریں لمحات وہاں گزرنے سے قلبی تعلق تو ختم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس نے امیر محترم سے بنگلہ دیش کے دورے کے مشاہدات و تاثرات بیان کرنے کی درخواست کی۔

امیر محترم نے اپنی گفتگو کے آغاز میں ان متضاد خیالات کی نشاندہی کی جو ابتدائی تین رفقاء نے پیش کئے تھے۔ مولانا مودودی مرحوم سے بلوچستان کے مذہبی رجحان رکھنے والے عوام کی تشویش' مزارات کا شرک اور بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والوں کا علماء دیوبند کے تذکروں سے برافروختہ ہونا۔ انہوں نے فرمایا کہ دین کا کام معتدل انداز میں کرنا انتہائی مشکل ہے۔ ہمیں ہر حال میں حق بات کہنی ہے۔ اس معاملے میں کسی کی مخالفت کی وجہ سے ہمیں اپنی دعوت کو روک نہیں دینا' تاہم اگر ہماری رائے میں دلائل کے ذریعہ غلطی کی نشاندہی کی جائے تو ہمیں اس کے اعتراف میں کوئی پس و پیش نہیں ہونی چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ حق سے اعراض' کسی سے محبت یا کسی کی دشمنی کی بنا پر ہی ہوتا ہے لیکن ہمیں ہر حال میں حق بات کہنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ اس کی زد خود ہماری ذات' والدین یا رشتے داروں پر پڑتی ہو۔ ہمیں یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ انصاف نہ کرو۔ میں نے شخصیات سے تعلق میں کبھی غلو سے کام نہیں لیا اگر کسی کی خوبیاں بیان کی ہیں تو اس کی خامیوں سے بھی صرف نظر نہیں کیا۔ اس طرح ہم نے کسی کی خامیوں پر تنقید کی ہے تو اس کی خوبیوں کو بھی برملا بیان کیا ہے۔ انہوں نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنیؒ سے اختلاف کی بنیاد پر ان کی تمام خوبیوں کو بھلا دیا جاتا ہے جبکہ ہمارا طرز عمل اس سے یکسر مختلف ہے۔ ہم اس ابوالکلام آزاد سے اپنا تعلق جوڑتے ہیں جو ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۰ء تک تھا جبکہ بعد کے ابوالکلام سے ہم اظہار برات کرتے ہیں۔ مولانا مودودی سے اپنے تعلق کو اس دور سے منسلک کرتے ہیں جو ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۱ء تک کا ہے۔ بعد کے مولانا مودودی سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہم ان کی تصنیف خلافت و ملوکیت کو شدید گمراہی سمجھتے ہیں اور اس کا بار بار واشگاف الفاظ میں اظہار بھی کیا ہے۔ اسی طرح ہم علامہ اقبال کو دور جدید میں فکر اسلامی کا مجدد کہتے ہیں لیکن ان کی بے عملی کی بناء پر ہم نے کبھی ان کو رحمتہ اللہ علیہ نہیں کہا۔ ان تمام اکابرین کے ساتھ ہمارا ایک تاریخی تسلسل ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ جب میں نے مولانا حامد میاں مرحوم کے سامنے شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کو چودھویں صدی کا مجدد کہا تو وہ حیران رہ گئے اور میری اس بات کی تائید کی۔ امیر محترم نے فرمایا کہ مزارات کو لات و عزیٰ و منات سے تشبیہ دینا انتہا پسندی کی بات ہے کیونکہ عبداللہ شاہ غازی ہوں یا سید علی ہجویریؒ انہوں نے دین کے لئے کام کیا ہے۔ اس کی بجائے ہمیں غیر اللہ سے دعا مانگنے کی مذمت کرنی چاہئے کیونکہ یہ شرک ہے' ہمیں شرک کی وسعت کو بیان کرنا چاہئے۔ ہم اس بارے میں تو بڑے حساس ہیں کہ لوگ مزاروں پر جا کر یہ اور وہ کرتے ہیں لیکن ہم ان کے شرک کا تذکرہ نہیں کرتے جنہوں نے "پیسے" کو خدا بنایا ہوا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہلاک ہو گیا درہم و دینار کا بندہ۔ ہم ان لوگوں کے شرک کی مذمت نہیں کرتے جنہوں نے خواہشات نفس کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے۔ پیشہ ور ائمہ کے حوالے سے امیر محترم نے کہا کہ ان کے پیچھے باجماعت نماز ادا نہ کرنا بھی انتہا پسندی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اسلامی ریاست کے قیام کے بعد حضرت عمرؓ کے دور میں ائمہ کے لئے وظیفے مقرر کئے گئے۔ انہوں نے اس حدیث کا حوالہ بھی دیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز ترک کرنے کی بجائے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی خواہ امام نیک ہو یا فاسق۔

جہاد افغانستان کے حوالے سے انہوں نے فرمایا کہ جب مجاہدین روسی افواج سے نبرد آزما تھے' اس زمانے میں ہمارا موقف یہ تھا کہ اسے جہاد حریت تو قرار دینا درست ہے تاہم اسے جہاد فی سبیل اللہ قرار دینا درست نہیں ہے۔ جن لوگوں جہاد فی سبیل اللہ سمجھ کر اس میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ انہیں ان کی نیت پر اجر عطا فرمائے گا۔

(رپورٹ : محمد سمیع' کراچی)

لاہور غربی کے زیر اہتمام شاہدرہ میں دعوت افطار کا پروگرام

تنظیم اسلامی لاہور غربی کے زیر اہتمام نئے شمسی سال کا پہلا دعوتی پروگرام اسرہ شاہدرہ کے نقیب جناب اشفاق احمد کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ رفیق تنظیم جناب منیر احمد نے "صیام' انسان اور قرآن کی فضیلت" کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ رمضان المبارک کا اصل مقصود اللہ تعالیٰ کے تقرب کا حصول ہے۔ روزہ بندہ مومن کو صابر وشاکر بنا کر جنت کی نعمتوں کا مستحق بنا دیتا ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ رحمت باری' مغفرت ربانی اور آتش دوزخ سے رہائی کا مہینہ ہے۔ اس مہینے کی ایک رات جسے قرآن نے "لیلۃ القدر" کا نام دے کر اسے ہزار مہینوں سے بھی بہتر قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ بندہ مومن کے عمل کو مد نظر رکھتے ہوئے جس کا اجر و ثواب اپنی شان کے مطابق عطا کرے گا۔ "صوم رمضان" کی فضیلت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے منیر احمد نے کہا کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے چوتھا رکن "روزہ" ہے۔ اسلام کو اگر ایک شہر سے تشبیہ دی جائے تو اس میں داخلے کے پانچ دروازوں میں سے ایک دروازہ روزہ ہے جس کے اجر وثواب کی انتہا یہ ہے کہ دیگر نیکیوں اور حسنات کے قاعدہ و اصول سے ہٹ کر خود اللہ تعالیٰ اس کی جزا عطا فرمائے گا۔ شرف انسانیت کی فضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کائنات ارضی وسماوی میں موجود تمام مادی' جماداتی اور حیواناتی مخلوقات اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے تخلیق ہوتی ہے مگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے خصوصی ہاتھوں سے تخلیق فرما کر انسان کو جملہ مخلوقات پر فضیلت کلی عطا فرمادی۔ جناب منیر احمد نے کہا کہ انسان یا تو حیوان محض بن کر خواہشات نفسانی کا اسیر اور غلام بن جاتا ہے یا اپنے اصل مقصد اور مرکز کی جانب پیش رفت کرتے ہوئے فرشتوں سے بھی اعلیٰ مقام حاصل کر لیتا ہے۔ دن کے روزہ سے انسان کے حیوانی وجود کی گرفت کمزور پڑ جاتی ہے جب کہ رات کو قرآن مجید کی مقدس آیات کے ذریعے روح انسانی کی تقویت کا سامان ہوتا ہے۔ جب انسان کی بہیمیت کمزور پڑ جاتی ہے اور اس روح ربانی پر وحی الٰہی کی موسلادھار بارش ہوتی ہے تو "نور علیٰ نور" کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے انسان قرب الٰہی کے اعلیٰ ترین مرتبے سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ یہ مبارک مہینہ انسانوں کو یہ ہدایت عطا فرماتا ہے کہ بندہ مومن 'پادریوں' پروہتوں اور جھوٹے پیروں کے مصنوعی واسطوں کو ہٹا کر انسان براہ راست اپنے خالق ومالک کے ساتھ اپنا تعلق استوار کرے۔

تنظیم اسلامی لاہور غربی کے اس دعوتی پروگرام میں مرد شرکاء کے ساتھ ساتھ خواتین کی شرکت کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا تھا' جلسہ میں خواتین اور طالبات کی حاضری بھی بھرپور تھی۔ پروگرام کے مقرر جناب منیر احمد صاحب کے ایک دوست کی جانب سے تمام شرکاء کے لئے افطاری کا اہتمام کیا گیا تھا۔

(رپورٹ : نعیم اختر عدنان)

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد کی سرگرمیاں

مالاکنڈ ڈویژن کے تنظیمی اور دعوتی پروگرام مختلف علاقوں میں منعقد ہوئے۔ ذیلی حلقہ کے ناظم مولانا غلام اللہ خان حقانی ۱۹ دسمبر کو سواڑی پہنچے۔ نماز فجر کے بعد قریبی جامع مسجد میں سورۃ العصر پر مولانا حقانی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایک زندہ جاوید کتاب "قرآن حکیم" ہمارے درمیان موجود ہونے کے باوجود ہم دنیا میں رسوائی اور ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کی اصل وجہ اس معجز نما کتاب کی تعلیمات سے روگردانی ہے۔ انہوں نے لوگوں کو دعوت رجوع الی القرآن کے پروگرام سے روشناس کرایا۔ ایک دوسری جگہ خطاب کرتے ہوئے مولانا موصوف نے سیرت النبیؐ کے انقلابی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ قرآن و حدیث کا مطالعہ صرف ثواب کے حصول کے لئے نہ کیا جائے بلکہ اسے اپنا فریضہ سمجھ کر اور دین کے نفاذ کے لئے عملی جدوجہد کی جائے۔

۲۵ دسمبر کو اسرہ سواڑی کے پروگرام میں مولانا غلام اللہ حقانی نے شرکت کی۔ اس اجتماع میں جن امور پر خاص طور پر بحث کی گئی ان میں "قرآن مجید آلہ انقلاب' قرآن کا انسان مطلوب' تنظیمی سرگرمیوں کا جائزہ' اعانتوں میں باقاعدگی اور مطالعہ لٹریچر شامل ہیں۔ بعد ازاں مولانا غلام اللہ خان نے ساتھیوں کو علاقہ میں کام کرنے کی ترغیب دی۔ انہوں نے کہا کہ ذاتی رابطہ کو زیادہ سے زیادہ اپنایا جائے' خود احتسابی کا عمل ہر رفیق کے سامنے مستحضر رہنا چاہئے۔

۲۸ دسمبر کو مولانا غلام اللہ خان حقانی ایک دعوتی دورے پر غالیگے پہنچے۔ یہاں زاہد پبلک سکول کا جلسہ تقسیم اسناد تھا۔ مذکورہ سکول تنظیم اسلامی کے رفقاء جناب حبیب علی اور علی شیر صاحبان چلا رہے ہیں۔ مولانا نے علوم عصریہ اور علوم دینیہ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کیا۔ آپ نے سکول کے پرنسپل صاحب کو خصوصیت کے ساتھ مشورہ دیا کہ وہ سکول کا Motto یہ بنائیں کہ ایک انسان کی فلاح اور نجات کے لئے دونوں علوم ضروری ہیں۔

دعوتی دورے کا دوسرا پروگرام مدرسہ عثمانیہ غالیگے کی تقسیم اسناد کا تھا۔ پروگرام مدرسہ کے وسیع ہال میں منعقد کیا گیا۔ مولانا حقانی نے دعوت رجوع الی القرآن اور اس کی ضرورت پر خطاب کیا۔ مولانا نے اپنے خطاب میں عظمت قرآن' قرآن مجید کے حقوق' حالات حاضرہ' جہاد بالقرآن' دین و مذہب کا فرق اور نوجوان نسل کی ذمہ داریوں کو واضح کیا۔ آپ نے تنظیم اسلامی کے اہداف اور اس کے طریقہ کار کو واضح کیا۔ (مرتب : حسین احمد)

ضروری اطلاع

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کراچی سے دورۂ ترجمہ قرآن کی تکمیل کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ان شاء اللہ العزیز ۲۵ جنوری کو لاہور پہنچ جائیں گے۔

اطلاعات واعلانات

نقیب اسرہ کوئٹہ جناب منیر احمد صاحب علیل ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔ جملہ رفقائے قارئین دعائے صحت کی اپیل ہے۔

رفیق محترم جناب آغا محمد طاہر گل اور ان کے ساتھی عمران عباسی کار کے ایک حادثے میں شدید زخمی ہو گئے ہیں' ان کی گاڑی بھی بالکل تباہ ہو گئی ہے۔ رفقاء سے دعائے صحت و عافیت کی اپیل ہے۔

ضرورت رشتہ

بی کام سرکاری ملازم ۲۷ سال نوجوان کے لئے موزوں رشتہ چاہئے۔ رفیقہ تنظیم اسلامی کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ : عبدالرؤف کامران بک ڈپو' کابلی گیٹ گجرات

☆ ☆ ☆

فیصل آباد کی رہائشی ۲۶ سالہ دوشیزہ' تعلیم ایف اے مع درس نظامی' ایک سالہ عربی کورس و ترجمہ قرآن سے فارغ التحصیل' دینی گھرانے سے تعلق کی حامل۔ موزوں رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : سردار اعوان' قرآن اکیڈمی

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 5869501

☆ ☆ ☆

جٹ فیملی کی ۲۷ سالہ دوشیزہ' تعلیم بی ایس سی کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ جٹ فیملی ہی کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ : ۶۷۔اے' علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

☆ ☆ ☆

صوم و صلوٰۃ کی پابند اور شرعی پردہ پر عامل ۲۸ سالہ دوشیزہ تعلیم بی اے' بی ایڈ کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔

☆ ☆ ☆

۳۴ سالہ نوجوان واپڈا میں سرکاری ملازم تعلیم بی اے کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔

☆ ☆ ☆

۲۶ سالہ مذہبی رجحان کے حامل' پی اے ایف میں فلائنگ آفیسر کے عہدے پر فائز نوجوان کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : مجید اللہ خان فون : ۶۸۶۳۲۴۰

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے جناب محمد اشرف وصی کو (معاون امیر حلقہ پنجاب شرقی برائے دو روزہ پروگرام) کی بجائے نائب امیر حلقہ پنجاب شرقی برائے دو روزہ پروگرام مقرر کر دیا ہے۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر : 127
جلد ۷' شمارہ ۳
سالانہ زر تعاون ۔/۱۲۵ روپے

پبلشر : محمد سعید اسعد طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس ۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت : ۳۶۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : ۰۴۳۔۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے مدیر :
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ فرقان دانش خان
نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

مسلم امہ ۔ خبروں کے آئینے میں (انتخاب : مرزا ندیم بیگ)

2025ء تک اسلامی ملکوں کو مغلوب کرنے کا مسیحی منصوبہ

اسلام کے آفاقی پیغام سے اس وقت پورا عالم کفر لرزاں و ترساں ہے' لہٰذا وہ اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے میں مصروف عمل ہے' اس کی واضح مثال عالم عیسائیت ہے۔ صلیبی ایک مرتبہ پھر فکری میدان میں اسلام کے خلاف اپنے آپ کو منظم کر رہے ہیں۔ امریکی اور یورپی اتحاد نے آئندہ 2025ء تک جو منصوبہ تشکیل دیا ہے' اس کے مطابق عیسائیت کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے 870 بلین ڈالر' 10 ٹی وی اور ریڈیو سٹیشن' 70 لاکھ مبلغین اور لاکھوں کی تعداد میں کتابوں کی تقسیم شامل ہے۔ صرف 1996ء میں امریکی مشنری تنظیموں کا امریکہ سے باہر کا بجٹ مندرجہ ذیل ہے :

نام مشنری	بجٹ
ورلڈ ویژن	212.9 ملین ڈالر
ساؤتھرن بیپٹسٹ کانونٹ	165.7 ملین ڈالر
اسمبلیز آف گاڈ	96.3 ملین ڈالر
سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ	72.2 ملین ڈالر
وینکلف بلائڈ ٹرانسلیشن' یو ایس اے	57.2 ملین ڈالر
چرچز آف کرائسٹ	52.0 ملین ڈالر
میپ انٹرنیشنل	50.1 ملین ڈالر
چرچ ورلڈ سروس	47.8 ملین ڈالر
کیمپس فار سٹڈیز فار کرائسٹ	45.5 ملین ڈالر
کمپیشن انٹرنیشنل	44.0 ملین ڈالر

امریکی مشنری تنظیم اتحاد کے رکن ڈاکٹر ڈیوڈ باریٹ کے مطابق عیسائیت کے فروغ کے لئے اس وقت تمام دنیا میں تقریباً 5151000 افراد خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دنیا کے پندرہ ہزار ادیان کا سامنا کرنے کے لئے کم از کم چار ہزار مبلغین ایک بڑے شہر کے لئے درکار ہیں۔ اس وقت پوری دنیا میں عیسایت کا پیغام پہنچانے کے لئے 3400 مواصلاتی چینل ہیں' اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ عیسائی اپنی تبلیغ کے لئے خط و کتابت کو بھی اپنا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں اور اکثر مسلمان اس کی زد میں ہیں۔ اس وقت تمام دنیا کے 24 ملین پتوں پر 360 زبانوں میں ترجمہ کر کے عیسائیت کا لٹریچر پہنچایا جا رہا ہے۔ تبلیغ کے لئے ہر سال 9 لاکھ کتابیں شائع کی جاتی ہیں۔ مسلمان ملکوں میں 1996ء کے دوران تقریباً 1.8 بلین اناجیل تقسیم کی گئیں امریکہ میں عیسائیت کے بارے میں انٹرنیشنل پبلیکیشن نامی ایجنسی نے شائع کی ہیں۔ اس رپورٹ میں لکھا ہے کہ ''دنیا میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے حالات موافق ہو رہے ہیں۔ رپورٹ کے اعداد و شمار کے مطابق اس وقت دنیا کی غیر مسیحی آبادی 3.9 بلین افراد پر مشتمل ہے۔ اس میں سالانہ 47 ملین کا اضافہ ہو رہا ہے یعنی 129000 غیر عیسائی روزانہ پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک نو مسلم امریکی محمد عبداللہ (فریڈ رک) نے معلومات دی ہیں (جو ایک عرصہ تک عیسائیوں کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں) کہ امریکہ اور یورپ نے سیکولرازم کے خول میں جو بھیانک چہرہ چھپا رکھا ہے وہ یہ ہے کہ آئندہ پچیس سالوں میں اسلامی ممالک کو مکمل طور پر عیسائیت کی زد میں لایا جائے۔

حماس کا اسرائیل کے خلاف جدوجہد جاری رکھنے کا عزم

فلسطینی مسلمانوں کی دینی جماعت ''حماس'' کی دسویں سالگرہ پر گزشتہ دنوں غز[ہ] میں ہزاروں کارکنوں نے مظاہرہ کیا' جس میں انہوں نے اس عزم کو دہرایا کہ و[ہ] اسرائیل کے خلاف اپنا جہاد جاری رکھیں گے اور یہود کی مسلمانوں کے خلاف تمام کوششوں کا ناکام بنانے کے لئے اپنا تن من دھن کھپا دیں گے۔ اس موقع پر حماس کے روحانی پیشوا شیخ احمد یاسین بھی موجود تھے۔ منتظمین کے مطابق مظاہرے میں 5 ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی۔

برطانیہ میں ''حجاب نمائش'' کا انعقاد

برطانوی اخبارات آج کل اسلام میں خواتین کے پردے کے تصور کو زبردست تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ مغربی میڈیا خواتین برقعے کو ''ٹینٹ'' یعنی خیمے جیسے استہزائیہ الفاظ سے موسوم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اسے دقیانوسیت کی علامت اور ملکی معاشی ترقی میں عورت کو پیچھے رکھنے کا باعث سمجھتے ہیں۔ اس سب کے باوجود مغرب کے قلب برطانیہ کے ایک شہر گلاسگو میں مسلمان خواتین نے ایک حجاب نمائش کا انعقاد کیا ہے جس کا مقصد اسلام میں خواتین کے پردے کی اہمیت افادیت کو عام لوگوں پر اجاگر کرنا ہے۔ یہ نمائش ماہ جنوری میں جاری رہے گی۔

تہران میں قرآن میوزیم کا قیام

ایران کے دارالحکومت تہران میں ایک قرآن میوزیم قائم کیا جا رہا ہے' جس میں دنیا بھر میں چھپنے والے قرآن پاک کے نسخے رکھے جائیں گے۔ اس کے علاو[ہ] بہترین خطاطی کے فن پارے اور دنیا بھر کے رسم الخط میں تحریر قرآن پاک رکھے جائیں گے۔

امریکی تیل کمپنی طالبان حکومت تسلیم کرانے کی کوشش کرے گی

امریکہ نے طالبان پر ایک بار پھر زور دیا ہے کہ وہ خواتین کو تعلیم حاصل کرنے اور ملازمت پر جانے کی اجازت دے دیں۔ امریکہ اس وقت تک طالبان کو تسلیم نہیں کرے گا جب تک وہ خواتین کے ساتھ اپنا برتاؤ درست نہیں کرتے۔ امریکہ کی بعض خواتین تنظیموں نے کہا ہے کہ ان کو ان اطلاعات پر سخت تشویش ہے ایک بڑی امریکی تیل کمپنی طالبان حکومت کو تسلیم کروانے کے سلسلے میں کوشش رہی ہے۔ یونوکال نامی تیل کمپنی کئی ارب ڈالر تیل کی اس پائپ لائن کے منصوبے پر عمل کرنا چاہتی ہے جو ترکمانستان سے افغانستان اور پاکستان کے راستے یورپ تیل اور گیس فراہم کرے گی۔